Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.................. 25 روپے
سالانہ.................. 300 روپے

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....کام چوری اور حرام خوری............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۴۴،آیت نمبر۵۸،۵۹).....بنی اسرائیل کے اوپر دسواں انعام......// // ۵

درسِ حدیث ....نیکی کا ذریعہ بننے پر عظیمُ الشَّان ثواب کا وصول..........// // ۸

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ جمادی الاولیٰ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں............مولوی طارق محمود ۱۷

دہلی کا ایک سفر (تیسری وآخری قسط)......................مفتی محمد رضوان ۲۷

اندھیرا ہو رہا ہے سورج کی روشنی میں......................// // ۳۰

پانی کی اقسام واحکام (پاکی ناپاکی کے مسائل: قسط۱۴)....................مفتی محمد امجد حسین ۳۶

خریدی ہوئی چیز کا خریدار کے قبضہ وضمان میں آنے کے متعلق مسائل (**معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام قسط۱۹**)// // ۴۰

حقوق ادا کرنے کی اہمیت (قسط۱)...........................مولانا محمد ناصر ۴۳

اصلاحِ نفس کے دو دستورُ العمل (قسط۳)...........**اصلاحی مجلس**: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۴۸

اکابر کی موجودگی میں اصاغر کے علمی وتحقیقی کام کی حیثیت (**بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس**).....مفتی محمد رضوان ۵۴

علم کے مینار..................سرگذشت عہدِ گُل (قسط۸)...........مولانا محمد امجد حسین ۵۶

تذکرۂ اولیاء:..... حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ (پہلی قسط).......امتیاز احمد ۶۰

پیارے بچو! ....رحمت کی برسات ماں.....................ایک ماں ۶۴

بزمِ خواتین ....خواتین کے لباس کے شرعی احکام (قسط۲)..........مفتی ابوشعیب ۶۶

آپ کے دینی مسائل کا حل.........ایصالِ ثواب کا ثبوت اور اس کے منکر کا حکم..............ادارہ ۷۱

کیا آپ جانتے ہیں؟..............سوالات وجوابات...........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۷

عبرت کدہ ....حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۵)...............ابوجویریہ ۸۹

طب وصحت.............باورچی خانہ یا دواخانہ................مفتی محمد رضوان ۹۲

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز....................مولانا محمد امجد حسین ۹۴

اخبارِ عالم ....قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..............ابرار حسین ستی ۹۶

Is There Any Picture On The Moon?..............................// // ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ — **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** — مفتی محمد رضوان

کام چوری اور حرام خوری

آج کل معاشرہ میں کام چوری اور حرام خوری کا مرض بہت ترقی پکڑتا جارہا ہے، اور معاشرہ میں بہت کم شعبے بلکہ افراد ایسے رہ گئے ہیں جو ان دونوں بیماریوں سے محفوظ ہوں۔

کام چوری سے مراد ہر ایسا کام ہے جو کسی انسان کی ذمہ داری میں داخل ہو اور وہ اس میں کوتاہی کرے، خواہ وہ کام وقت کی پابندی کی شکل میں ہو، یا کسی کام کے ٹھیک انجام دہی کی شکل میں یا دونوں شکل میں۔ [1]

اور حرام خوری کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا انسان کو استحقاق نہیں تھا، اس پر قابض ہو، لیکن یہاں حرام خوری سے ہماری مراد صرف وہ حرام خوری ہے جو کام چوری کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہو۔

سرکاری وغیر سرکاری ملازم، مزدور، اور اجرت پر کام کرنے والے اکثر افراد ایسے پائے جاتے ہیں جو اپنی ڈیوٹی، اپنی ذمہ داری میں وقت یا کام کے اعتبار سے کوتاہی کرتے ہیں، اور معاوضہ واجرت پوری پوری حاصل کرتے ہیں، یہی کام چوری اور حرام خوری ہے۔ جب ذمہ داری نبھانے کا معاملہ آتا ہے تو اس میں سستی کاہلی اور سینکڑوں حیلے بہانے آڑے آکر کام چوری کا سبب بن جاتے ہیں، لیکن جب اس ذمہ داری پر اجرت ومعاوضہ کا معاملہ آتا ہے تو شاید ہی کسی کے دل ودماغ میں یہ خیال وتصور پیدا ہوتا ہو کہ یہ معاوضہ واجرت دراصل فلاں ذمہ داری اور اوقات کی پابندی کا معاوضہ ہے، اور اگر میں نے اس میں کوتاہی کی ہے تو میں پوری اجرت ومعاوضہ کا مستحق نہیں ہوں، اور جتنی مقدار میں میری طرف سے کوتاہی کا ارتکاب ہوا ہے، اتنی مقدار اجرت ومحنتانہ وصول کرنا میرے لئے حرام وناجائز ہے۔

کتنے لوگ ہم میں سے ایسے ہیں کہ جو سرکاری وغیر سرکاری محکمہ میں ملازم ہیں اور مقررہ وقت کی پابندی کا اہتمام نہیں کرتے، اور قصداً وعمداً تاخیر وتعطیل کا ارتکاب کرتے ہیں، اور یہ روِش اتنی بگڑ چکی ہے کہ اس کی لوگوں کو پختہ عادتیں ہوچکی ہیں اور شاید ہی کبھی وقت کی پابندی کا اہتمام کرتے ہوں۔

بعض جگہ تو اوپر سے نیچے تک سارے کا سارا عملہ ہی اس کام چوری کے مرض میں مبتلا ہے، چنانچہ کام کے

---

[1] کیونکہ بعض اوقات اجرت ومعاوضہ کا استحقاق ایک مخصوص وقت میں ڈیوٹی سرانجام دینے کی صورت میں ہوتا ہے، اور بعض اوقات کسی کام کو کرنے کی صورت میں اور بعض اوقات وقت کی پابندی اور کام دونوں کی صورت میں۔

Idara Ghufran

آغاز کے جو اوقات مقرر ہیں شاید ہی ملازموں کی طرف سے کبھی اس مقررہ وقت پر کام کا آغاز ہوتا ہو، خصوصاً سرکاری اداروں میں حالت زیادہ مخدوش نظر آتی ہے۔

اِدھر ذمہ داری کے آغاز میں مقررہ وقت میں ڈنڈی مار کر کام چوری کا ارتکاب کیا جاتا ہے، تو دوسری طرف ذمہ داری کے اختتامی اوقات میں قبل از وقت کام بند کردینے کی صورت میں کام چوری کا ارتکاب کیا جاتا ہے، حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جتنی تاخیر ابتداء میں ہوئی اس کی تلافی بعد میں وقت دے کر کی جاتی، اگر چہ یہ شرعاً پوری طرح تلافی نہ ہو، لیکن کم از کم اخلاقی درجہ میں تو اس کی کوئی قدر و قیمت ہے۔

اس صورتِ حال کا مشاہدہ آجکل انصاف فراہم کرنے کے مدعی بہت سے اداروں میں بھی ہوتا ہے، چنانچہ عدالتوں میں عام طور پر جج صاحبان اپنے مقررہ وقت پر حاضری کا اہتمام نہیں کر پاتے اور مقررہ وقت سے پہلے رخصت ہوجاتے ہیں۔ اور مظلوم عوام جوان حضرات کی غیر حاضریوں سے تنگ پڑے رہتے ہیں، اور طرح طرح کی پریشانیوں اور مسائل کا شکار ہوتے ہیں، وہ اس کام چوری والی حاضری کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں، کیونکہ آج کل افسران کا حاضر ہونا ہی (خواہ تھوڑے وقت کے لئے ہو) ایک نایاب چیز بنتا جارہا ہے اور جب ہمارے عدل وانصاف فراہم کرنے کے دعویدار اداروں اور ذمہ داروں کی طرف سے کام چوری کی یہ صورتِ حال ہے تو بقیہ اداروں کی حالت کا اس سے خود اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یہ وقت کی چوری ہے جو کام چوری میں داخل ہے، اور اس پر پورا معاوضہ واجرت یا تنخواہ لینا حرام خوری میں داخل ہے، اسی طرح جو کام اپنی ذمہ داری میں داخل ہے، اس میں کوتاہی کرنا بھی کام چوری میں داخل ہے، مثلاً کسی تعمیر کی یا مشینری ٹھیک کرنے کی اجرت مقرر کی گئی، مگر جو جو کام جس طرح انجام دینا طے کیئے گئے، ان کو اس طرح ٹھیک ٹھیک انجام دینے میں کوتاہی کی گئی، یہ بھی کام چوری ہے،، اس صورت میں بھی کوتاہی کرنے پر مقررہ اجرت ومعاوضہ لینا حرام خوری میں داخل ہے، جس میں آج معاشرے کا مزدور، ہنر مند اور ملازمت پیشہ بہت سے افراد مبتلا ہیں۔

یہ تو مختصر انداز میں چند مثالیں پیش کی گئیں، ورنہ اگر سرکاری وغیر سرکاری شعبوں اور بطورِ خاص ملازمت اور محنت ومزدوری اور اجرت کے معاملات کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو لگتا ہے کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، اور کام چوری وحرام خوری کے مرض نے ہماری دنیا وآخرت کو تباہ وبرباد کرنے کا پورا پورا سامان کیا ہوا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرہ کو کام چوری اور حرام خوری کے مرض سے نجات عطا فرمائیں۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۴۴، آیت نمبر ۵۸،۵۹) مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کے اوپر دسواں انعام

وَاِذْقُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ(۵۸) فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَالَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَاعَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ(۵۹)

ترجمہ: اور یاد کرواس وقت کو جب ہم نے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو، پھر کھاتے پھرواس میں جہاں چاہو وسعت اور فراغت کے ساتھ، اور داخل ہو اس کے دروازے میں جھکے جھکے، اور یہ کہتے ہوئے کہ توبہ ہے، ہم معاف کردیں گے تمہاری خطاؤں کو، اور اضافہ کریں گے نیک کرنے والوں کے اجر میں (۵۸) سو بدل ڈالا ان ظالموں نے بات کو اس کے خلاف جو اُن کو کہی گئی تھی، اس پر ہم نے اُن ظالموں پر ایک آسمانی آفت نازل کی اس وجہ سے کہ وہ حکم عدولی کرتے تھے (۵۹)

تشریح: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے ایک اور انعام کا ذکر فرمایا ہے۔ اور وہ انعام اُن کو میدانِ تیہ سے نجات کا تھا (قرطبی)

جب بنی اسرائیل کو اُن کی سرکشی کے نتیجہ میں میدانِ تیہ میں داخل کیا گیا تو وہ لوگ چالیس سال تک اس میدان میں حیران و پریشان پھرتے رہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس پورے عرصہ کے لئے بیت المقدس کی سرزمین سے ان کو محروم کردیا؛ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن بنی اسرائیل کو میدانِ تیہ کی حیرانی اور پریشانی سے نجات دی اور اُن کو ایک آبادی میں داخل ہونے اور اُس آبادی کی مرغوب چیزوں میں سے بے تکلفی کے ساتھ کھانے کی اجازت دی۔

یہ کونسی آبادی تھی جس میں بنی اسرائیل کو داخل ہونے کا اس آیت میں ذکر فرمایا گیا؟ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ ''اریحا'' نام کی آبادی تھی، لیکن بہت سے بلکہ بعض حضرات کے بقول جمہور مفسرین کے مطابق وہ بیت المقدس تھا، اور امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے اس کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے (ابنِ کثیر، قرطبی، بحرالمحیط، روح المعانی)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ بات کس کی زبان سے کہلوائی؟ اس بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی زبان سے کہلوائی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ بات پہلے ہی ارشاد فرمادی تھی، کہ میرے بعد میرے نائب حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی قیادت میں تم فلاں شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوگے، لہٰذا تم داخل ہوتے وقت یہ عمل کرنا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد اُن کے نائب اور جانشین حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی زبان سے کہلوائی گئی تھی (روح المعانی وتفسیر بحرالمحیط)

بنی اسرائیل کو اس آبادی میں داخل ہونے کے وقت میدانِ تیہ کی حیرانی و پریشانی سے نجات کی نعمت پر عملی وزبانی شکر کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ شہر کے دروازے میں جھکے ہوئے اور تواضع کے انداز میں داخل ہوں، یہ عملی وبدنی شکر تھا، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے توبہ توبہ اور بخشش بخشش اور شکر شکر کہتے ہوئے داخل ہوں، یہ زبانی شکر تھا، غرور اور تکبر کو اختیار نہ کریں، اور ایسی کوئی صورت اختیار نہ کریں جس سے تمسخر واستہزاء کی صورت پیدا ہو، اور عملی وزبانی شکر کی اِن دونوں قسموں میں قلبی ودِلی ندامت وشرمندگی تھی، جو کہ توبہ کی روح ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس کے نتیجہ میں ہم تمہارے گناہ معاف کردیں گے، اور جو تم میں نیک لوگ ہیں ان کو اس کے معاوضے میں اور زیادہ ثواب عطا کریں گے۔

لیکن اس آبادی میں داخل ہوتے وقت انہوں نے عملی وزبانی دونوں قسم کے شکر کی مخالفت کی، تواضع اور استغفار کے بجائے تکبر اختیار کیا، بجائے جھکنے وعاجزی کے سُرین کے بل داخل ہوئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''حِطَّۃٌ'' یعنی ''توبہ واستغفار'' کہتے ہوئے داخل ہونے کا جو حکم تھا، اس کو بھی بدل دیا اور بطور تمسخر ''حِطَّۃٌ'' کے بجائے ''حِنطَۃٌ'' یا ''حَبَّۃٌ فِیۡ شَعِیۡرَۃٍ'' یعنی ''گیہوں کا دانہ جَو کے درمیان'' یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور لفظ کہنا شروع کیا؛ ممکن ہے کہ بعض نے ان میں سے کوئی ایک جملہ کہا ہو، اور بعض نے دوسرا جملہ۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجویز کردہ جملے کو بدل دیا (روح المعانی)

جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب نازل فرمایا، اور وہ عذاب یہ تھا کہ اُن پر طاعون بھیج دیا، جس سے بہت بڑی تعداد میں ان بنی اسرائیل کی موتیں واقع ہوگئیں، بعض حضرات نے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار تک بتائی ہے (معارفین وانوارالبیان بتغیر)

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان کو فتح وکامیابی کے وقت اِترانا اور تکبر اختیار کرنا نہیں چاہئے بلکہ

فتح وکامیابی کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتے ہوئے عاجزی اورانکساری اختیار کرنی چاہئے، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب مکہ کو فتح کیا تو مکہ میں داخل ہوتے وقت آپ ﷺ پرخشوع اورخضوع، تواضع اورعاجزی وانکساری کے آثار ظاہراورنمایاں ہورہے تھے (معارف القرآن کاندھلوی وانوارالبیان بتغیر)

کلام میں لفظی تغیر وتبدل کا شرعی حکم

بنی اسرائیل کے الفاظ بدلنے کے نتیجے میں اُن پرعذاب نازل ہوا؛ اسی لیے الفاظ کی ایسی تبدیلی خواہ قرآن مجید میں ہو، یا حدیث میں، یااور کسی اللہ تعالیٰ کے حکم میں؛ بلاشبہ حرام ہے؛ کیونکہ یہ ایک قسم کا تمسخر یا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تحریف اوراُس کو بدلنا ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ معنیٰ اور مقصود کو محفوظ رکھتے ہوئے صرف الفاظ کی تبدیلی کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں یادرکھنا چاہیے کہ بعض مقامات وکلمات میں معنیٰ کی طرح الفاظ بھی مقصوداورضروری ہوتے ہیں، ایسے مقامات وکلمات میں لفظی تبدیلی بھی جائز نہیں، جیسے قرآن مجید کے تمام الفاظ وکلمات کا حکم ہے کہ یہاں معانی کے ساتھ ساتھ الفاظ بھی مقصود ہیں؛ لہٰذا اگر کوئی ان الفاظ کا ترجمہ دوسرے لفظوں میں کرکے پڑھے، جس میں معنیٰ بالکل محفوظ رہیں، اس کو بھی قرآن مجید کی تلاوت نہیں کہا جائے گا اورنہ اس پرقرآن مجید کی تلاوت کا مخصوص ثواب حاصل ہوگا؛ کیونکہ قرآن صرف معنیٰ کا نام نہیں، بلکہ معنیٰ اورالفاظ دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ اسی طرح اذان کے مقررہ کلمات کے بجائے اسی معنیٰ کے دوسرے الفاظ پڑھنا جائز نہیں، اوراسی طرح نماز میں جوکلمات شریعت کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں، خواہ وہ تکبیرِتحریمہ کے الفاظ ہوں، یا رکوع وسجدے کی تسبیحات وغیرہ، اُن میں بھی الفاظ کو بدلنا جائز نہیں، خواہ دوسرے الفاظ انہیں الفاظ کے معنیٰ اور مفہوم پر مشتمل ہوں۔ بعض حضرات نے مسنون وماثور دعاؤں کا بھی یہی حکم بیان کیا ہے کہ ان میں بھی معنیٰ کے ساتھ ساتھ الفاظ بھی مقصود ہیں۔ لیکن جن مقامات اورکلمات میں الفاظ مقصود نہیں ہیں، بلکہ اُن الفاظ سے معنیٰ مقصود ہیں، مثلاً احادیث وروایات؛ تو اُن میں اگر ایسی لفظی تبدیلی کردی جائے کہ معنیٰ پرکوئی اَثر نہ پڑے، اوروہ پوری طرح محفوظ رہیں، تو جمہور محدثین وفقہاء کے نزدیک یہ تبدیلی جائز تو ہے، لیکن افضل اوربہتر یہی ہے کہ اپنے قصدوارادے سے الفاظ بھی تبدیل نہ کیے جائیں، ہاں مگر یہ کہ الفاظ پوری طرح یاد نہ رہے ہوں، تو پھراُن کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کردینا بھی جائز ہے۔ جبکہ بعض محدثین حضرات احادیث میں ایسی تبدیلی کو بھی جائز نہیں کہتے۔ مگر ظاہر ہے کہ الفاظ کی تبدیلی جائز کہنے والوں کے نزدیک بھی یہ شرط ہے کہ روایت کرنے والا عربی زبان کا ماہر اورخطاب کے مواقع اور جس ماحول میں وہ حدیث وارِد ہوئی ہے، اُس سے پوری طرح واقف ہو، تاکہ اس کی غلطی ہونے سے معنیٰ میں فرق نہ آجائے (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نیکی کا ذریعہ بننے پر عظیمُ الشّان ثواب کا وصول

قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال ایسے ہیں کہ جن کا مؤمن بندہ سبب بنتا ہے تو اس کو ان نیک اعمال کا سبب بننے کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد عالَمِ برزخ میں موجود ہوتے ہوئے ثواب پہنچتا ہے، اور وہ ثواب اس وقت تک پہنچتا رہتا ہے جب تک اُس نیکی کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر کس قدر انعام واحسان ہے کہ مسلمان کے فوت ہوجانے کے بعد جب اس کے بطورِ خود نیک اعمال کرنے اور انجام دینے کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور وہ خود سے دنیا میں رہ کر عمل کرنے سے بے کار ہوجاتا ہے، تو اگر وہ اپنی زندگی میں یہ چاہے کہ وہ فوت ہونے کے بعد اپنی قبر میں میٹھی نیند پڑا سوتا رہے اور نیک اعمال کے ذریعے اس کے نامۂ اعمال میں اضافہ ہوتا رہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس کے مختلف ذرائع پیدا فرمادیے ہیں۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱)...... حضرت عبدالرحمٰن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْوَلَدٍصَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ'' (مسلم، كتاب الوصية، باب مايلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، حديث نمبر ۳۰۸۴)

ترجمہ: (مسلمان) انسان (خواہ مرد ہو یا عورت) جب فوت ہوجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، لیکن (اُصولی طور پر) تین (اعمال ایسے ہیں کہ اُن) کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا (اُن میں سے) ایک صدقۂ جاریہ ہے۔ دوسرے ایسا علم ہے جس سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ تیسرے نیک صالح اولاد ہے جو اس (فوت ہونے والے) کے لئے دعا

کرتی ہے (ترجمہ مکمل)

حضور ﷺ نے اس حدیث میں ایسی تین اُصولی چیزیں ذکر فرمائی ہیں کہ اگر کوئی خوش نصیب اُن میں سے کوئی چیز اپنی زندگی میں چھوڑ کر دنیا سے رُخصت ہوگیا، تو اس کو فوت ہونے کے بعد قبر میں رہتے ہوئے برابر ثواب اور نفع پہنچتا رہے گا۔

حالانکہ بعد میں ان چیزوں کا سلسلہ جاری رکھنا ظاہر ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والے لوگوں کا ذاتی عمل نہ ہوگا، لیکن اس کارِ خیر اور سلسلۂ خیر میں چونکہ یہ لوگ سبب، واسطہ اور ذریعہ بنے تھے اس لئے ان سلسلوں کا ثواب ان کو برابر ملتا رہے گا۔

اُن تین چیزوں میں سے ایک چیز صدقۂ جاریہ ہے، صدقۂ جاریہ سے ایسا صدقہ مراد ہے جس کا نفع باقی رہنے والا ہو، اور اس مفہوم میں بہت ساری چیزیں داخل ہیں، کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف کردی، وہ صدقۂ جاریہ ہے؛ مثلاً کوئی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر نام ونمود کے بغیر مسجد بنوا گیا جس میں لوگ نماز پڑھتے ہیں تو جب تک اس میں نماز ہوتی رہے گی، بنوانے والے کو اس کا ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔

اسی طرح کوئی دینی مدرسہ اور دینی ادارہ ہے کہ جب تک لوگ اس سے دین کا فائدہ اٹھاتے رہیں گے، اس وقت تک بنوانے والے کو برابر ثواب ملتا رہے گا، اسی طرح مثلاً کوئی شخص مسافر خانہ یا شفا خانہ بنوا کر یا کوئی مکان لوگوں کے لئے وقف کر کے دنیا سے رخصت ہوگیا جس سے غریب غرباء اور لوگوں کو نفع پہنچتا رہا تو اس فوت ہونے والے شخص کو اس کا برابر ثواب ملتا رہے گا، یا کوئی کنواں لوگوں کی ضرورت والی جگہ پر بنوا کر فوت ہوگیا تو جب تک لوگ اس سے پانی پیتے رہیں گے، وضو کرتے رہیں گے، اور پانی سے دوسری ضروریات پوری کرتے رہیں گے اس مرنے والے کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔

اس حدیث میں دوسری چیز جس کا ثواب مرنے کے بعد انسان کو ملتا رہتا ہے یہ بیان فرمائی گئی کہ جس علم سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے، اس کا مفہوم بھی بہت وسیع ہے۔

مثلاً ایک شخص نے کسی کو دین سکھایا، اُس کے بعد یہ سکھانے والا مرگیا۔ پھر اس کے شاگرد نے بہت سے لوگوں کو دین سکھایا اور اسی طرح اس کے بعد بھی یہ سلسلہ چلتا رہا تو سینکڑوں ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی یہ علمی فیض اگر جاری رہے گا تو پہلے معلم کو اُس کے ثواب کا حصہ ملتا رہے گا، اور

درمیان والوں کو بھی آگے والوں کی وجہ سے ثواب ملتا رہے گا۔

تیسری چیز جو اس حدیث میں ذکر کی گئی وہ نیک اولاد ہے، جو مرنے کے بعد اپنے والدین کے لئے دعاء واستغفار کرتی ہے، اول تو اولاد کو نیک صالح بنانا ہی مستقل صدقۂ جاریہ ہے کہ جب تک وہ کوئی نیک کام کرے گی والدین کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، پھر اگر وہ اولاد والدین کے لئے دعا بھی کرتی رہے تو یہ والدین کے لئے ایک اور مستقل ذخیرہ ہے۔

آج اپنی اولاد کو نیک صالح بنانے اور اس کو دین کا علم سکھانے کی طرف سے مسلمانوں میں مجرمانہ غفلت پائی جاتی ہے، ان لوگوں کو اس حدیث کو بار بار ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے۔

پھر جس شخص کو مذکورہ حدیث میں بیان کیے گئے ان تینوں قسم کے نیک اعمال اپنی زندگی میں انجام دینے کی توفیق ہو جائے اس کے ثواب کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں اس نے تو گویا کہ دنیا اور آخرت کی خیر کو جمع کر لیا ہے، اور اپنے لیے بہت بڑے ذخیرہ کا سامان کر لیا ہے۔ [۱]

مذکورہ حدیث میں جو تین چیزیں بیان فرمائی گئیں وہ ایسی بنیادی اور اصولی چیزیں ہیں کہ ان کے اندر کئی دوسری چیزیں بھی داخل ہیں جن کا بعض دوسری احادیث میں ذکر آیا ہے، اور ان میں سے بعض احادیث آگے آ رہی ہیں۔ [۲]

(۲)......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَرْبَعٌ تَجْرِیْ عَلَیْہِمْ اُجُوْرُہُمْ بَعْدَالْمَوْتِ رَجُلٌ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًافَاَجْرُہٗ یَجْرِیْ عَلَیْہِ مَاعُمِلَ بِہٖ وَرَجُلٌ اَجْریٰ صَدَقَۃً فَاَجْرُہَایَجْرِیْ عَلَیْہِ مَاجَرَتْ عَلَیْہِ وَرَجُلٌ تَرَکَ وَلَدًا صَالِحًا فَھُوَ یَدْعُوْلَہٗ

(مسندِ احمد حدیث نمبر ۲۱۲۸۵)

ترجمہ: چار طرح کے کام ایسے ہیں، کہ ان پر انسان کو فوت ہونے کے بعد برابر اجر وثواب ملتا رہتا ہے، ایک تو وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دینے کی حالت میں فوت ہو

---

[۱] ومن جمع هذه الثلاثة أشياء فقد جمع ماعسى أن يكون قد اجتمع له به خير الدنيا وخير الآخرة (مشكل الآثار للطحاوى، باب بيان ما روى خير الناس مؤمن بين كريمين)

[۲] فيمكن رد جميع ما فى الاحاديث الى تلك الثلاث، ولاتعارض (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى حرف الهمزة ج ۱ ص ۱۱۷)

گیا، اور دوسرا شخص وہ ہے، جس نے کسی کو دینی علم سکھایا تو اس کا اجر سکھانے والے کو برابر ملتا رہے گا جب تک اس پر عمل کیا جاتا رہے گا، اور تیسرا شخص وہ ہے، جس نے کوئی صدقۂ جاریہ کیا تو اس صدقہ کا اجر وثواب جب تک وہ جاری رہے گا اس کو برابر ملتا رہے گا، اور چوتھا شخص وہ ہے جس نے نیک صالح اولاد چھوڑی اور وہ اس کے لئے دعا کرتی رہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں ایک عمل اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دینے کی حالت میں فوت ہونا بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دینے سے مراد اسلامی سرحدات کی حفاظت اور اُن کو دشمن کی یلغار سے محفوظ رکھنا ہے؛ کئی احادیث میں اس عمل کے بھی بہت عظیم فضائل آئے ہیں (ملاحظہ ہو: رسالہ ''جہاد'' صفحہ ۲۳، ۲۴، بتغیر؛ مؤلفہ: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

ایک روایت میں ''**عَلَّمَ عِلْمًا**'' کے بجائے ''**عَمِلَ عَمَلًا**'' کے الفاظ آئے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل انجام دیا، جو دوسروں کے عمل کرنے کا سبب بن گیا، تو جب تک اس پر عمل کیا جاتا رہے گا، اس کا پہلے شخص کو ثواب ملتا رہے گا، اور دوسرے کام کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔

(۳)...... حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں چار عمل بیان کرتے ہوئے علم کے بجائے دوسری چیز عمل بیان کی گئی ہے، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَجْرىٰ لَهُ مِثْلُ مَا عَمِلَ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۱۲۱۷؛ تعزية المسلم لابن هبة الله، جزء ۱ صفحه۷۳؛ غاية المقتصد فى زوائد المسند ومجمع الزوائد، للحافظ الهيثمى، قال الهيثمى: قلت: وتقدم له طريق فيمن علّم علما)

ترجمہ: اور (دوسرا) وہ شخص جس نے کوئی نیک عمل جاری کیا، تو اُس کو اس کے مثل اَجر ملے گا جو اُس کے بعد اُس پر عمل کرے گا (ترجمہ ختم)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے ایسے نیک عمل کی بنیاد ڈالی جو دوسروں کے عمل کرنے کا سبب بن گیا، تو جب تک اس پر دوسرے لوگ عمل کرتے رہیں گے تب تک اس بنیاد ڈالنے والے شخص کو اُن سب کا ثواب ملتا رہے گا، اور دوسرے لوگوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی، جیسا کہ آگے حدیث میں آتا ہے۔

(۴)...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَبۡعٌ یَجۡرِیۡ لِلۡعَبۡدِ اَجۡرُھُنَّ بَعۡدَ مَوۡتِہٖ وَھُوَ فِیۡ قَبۡرِہٖ مَنۡ عَلَّمَ عِلۡماً اَوۡاَکۡرٰی نَھۡراًاَوۡحَفَرَبِئۡراًاَوۡغَرَسَ نَخۡلًا اَوۡبَنٰی مَسۡجِداً اَوۡتَرَکَ وَلَدًا یَسۡتَغۡفِرُلَہٗ بَعۡدَ مَوۡتِہٖ اَوۡ وَرَّثَ مُصۡحَفاً (المصاحف لابن ابی داؤدحدیث نمبر ۲۹۵ وکنزالعمال حدیث نمبر ۴۳۶۷۱)

ترجمہ: سات کام ایسے ہیں کہ مومن بندے کوان کا اجروثواب اس کے فوت ہونے کے بعد جب کہ وہ قبر میں ہوتا ہے، برابر ملتا رہتا ہے، ان میں سے ایک وہ دین کا علم ہے جو کسی کو سکھایا دوسرے وہ نہر ہے جو اس نے کھدوائی (جس سے لوگ اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں) تیسرے وہ کنواں ہے جو کھدوایا، چوتھے وہ درخت ہے جو اس نے (لوگوں کے فائدے کے لیے) بویا (تا کہ لوگ اس کے پھل، لکڑی یا سائے وغیرہ سے مستفید ہوں) پانچویں وہ مسجد ہے جو اس نے تعمیر کرائی، چھٹے وہ اولاد ہے جو کسی نے چھوڑی اور وہ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے لئے استغفار کرتی رہی، ساتویں قرآن مجید کا وہ نسخہ جو دوسرے کے لئے وراثت میں چھوڑا (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان سب چیزوں میں یہ ضروری نہیں کہ ساری تنہا خود ہی کی ہوں، بلکہ اگر کسی چیز میں تھوڑی بہت شرکت بھی کرنے کی توفیق ہوگئی تو اپنے حصے کے بقدر اس کے ثواب میں سے حصہ ملتا رہے گا۔

دینی علم کی تعلیم میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی مدرسے میں کوئی کتاب وقف کر گیا ہو، جب تک وہ کتاب باقی ہے، اس سے لوگ نفع اُٹھاتے رہیں گے، اس کو خود بخود ثواب ملتا رہے گا۔

کسی دینی مدرسے کے طالبِ علم کو اپنے خرچ سے قرآن مجید کا حافظ یا عالم بنا دیا تو جب تک اُس کے حفظ اور علم سے نفع پہنچتا رہے گا (خواہ وہ حافظ اور عالم زندہ ہو یا فوت ہو جائے) اُس شخص کو اس کا ثواب ملتا رہے گا؛ مثلاً کسی کو حافظ بنایا تھا، اُس نے چند لوگوں کو قرآن مجید پڑھا دیا، تو جب تک یہ لوگ قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے رہیں گے، اُس پہلے پڑھانے والے اور حافظ بنانے والے شخص کو مستقل ثواب ملتا رہے گا، اور جب تک یہ سلسلہ آگے چلتا رہے گا، پہلے اور درمیان والے لوگوں کو ثواب ملتا رہے گا، خواہ یہ ثواب پہنچائیں یا نہ پہنچائیں۔

اسی طرح کسی کو عالم بنانے کا مسئلہ بھی ہے، کہ جب تک کسی واسطے سے یا بلاواسطہ اُس علم سے لوگوں کو نفع

پہنچتا رہے گا، پہلے عالم بنانے والے کو ان سب کا ثواب ملتا رہے گا۔

(۵)......اور ابوعبداللہ الاغر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اس طرح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْماً عَلَّمَه وَنَشَرَهٗ وَوَلَداً صَالِحاً تَرَكَهٗ وَمُصْحَفاً وَرَّثَهٗ أَوْ مَسْجِداً بَنَاهُ اَوْبَيْتاً لِابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْنَهراً اَجْرَاهُ اَوْصَدَقَةً اَخْرَجَها مِنْ مَالِهٖ فِيْ صِحَّتِهٖ وَحَيَاتِهٖ يَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ (ابنِ ماجه، باب ثواب معلم الناس الخير، حديث نمبر ۲۳۸؛ شعب الايمان للبيهقي، باب مما يلحق المؤمن من عمله، حديث نمبر ۳۲۹۴؛ ابنِ خزيمه، باب جماع أبواب الصدقات، حديث نمبر ۲۲۹۳)

ترجمہ: ''مومن کو اس کے جن نیک اعمال کا ثواب اور نفع مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے وہ یہ ہیں، وہ دین کا علم جو اس نے کسی کو سکھایا اور پھیلایا، اور وہ نیک اولاد جس کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا، اور قرآن مجید کا نسخہ جو اس نے اپنی میراث میں چھوڑا یا مسجد یا مسافر خانہ یا نہر (تالاب، کنواں جو خلقِ خدا کی نفع رسانی کے لئے اپنی زندگی میں) وہ بنوا گیا یا کوئی اور صدقہ جس کو اُس نے اپنے مال میں سے اپنی صحت اور حیات کی حالت میں نکالا تھا (اور خلقِ خدا کو بعد میں بھی اُس سے نفع پہنچتا رہا) تو اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی اُس کو پہنچتا رہے گا'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: علم کی اشاعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی مدرسے میں چندہ دیا ہو، یا کوئی شرعی فتویٰ دیا ہو یا دینی کتاب تصنیف کی ہو، یا پڑھنے والوں میں تقسیم کی ہو، یا مسجدوں اور مدرسوں میں قرآن مجید یا حدیث کی یا کسی بھی دینی مضمون کی کتابیں وقف کی ہوں یا میراث میں چھوڑی ہوں، وہ سب صدقۂ جاریہ ہیں۔

جس صدقے کا ثواب مَرنے کے بعد پہنچتا ہے، اُس سے مراد صدقۂ جاریہ ہے، مثلاً کوئی جگہ وقف کر گیا۔

(۶)......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَفَرَ مَآءً لَمْ يَشْرَبْ مِنْهُ كَبِدٌ حَرِيٌّ مِنْ جِنٍّ وَلَااِنْسٍ وَلَا سَبُعٍ وَلَاطَآئِرٍ اِلَّا اٰجَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ بَنٰى مَسْجِدًا كَمِفْحَصِ قِطَاةٍ أَوْ أَصْغَرَ مِنْهُ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (الاحاديث المرفوعة من التاريخ الكبير للامام البخارى، حديث نمبر ۲۶۰ واللفظ لهٗ؛

وصحیح ابن خزیمة حدیث نمبر ۱۲۲۷ بغیر لفظ سبع؛ کذا فی الترغیب والترھیب)

ترجمہ: جوشخص پانی کا انتظام (اورسلسلہ جاری) کرجائے،تو جوبھی جاندار پیاسا خواہ انسان ہو یا جن یا درندہ یا پرندہ اس سے پانی پیے گا تو مَرنے والے کو قیامت تک اس کا ثواب ہوتا رہے گا اور جس نے (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے) مسجد بنائی (اگرچہ) قطاء (کبوتر کی ایک خاص قسم) کے انڈے دینے کے گڑھے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اُس کا جنت میں گھر بنائیں گے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے مسجد بنانے اور پانی کا انتظام کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی کہ یہ انسان کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

اور بھی کئی احادیث میں مذکورہ حدیث کے مطابق اتنی چھوٹی مسجد بنانے پر مذکورہ فضیلت کا ذکر آیا ہے۔

یا تو یہ بات مبالغے کے طور پر چھوٹی سے چھوٹی نماز کی جگہ کی فضیلت واہمیت کو بیان کرنے کے لیے کہی گئی ہے،اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جس کو مسجد بنانے میں جتنی شرکت کی توفیق ہوگئی، وہ بھی جنت میں اپنا گھر بنانے کی فضیلت سے محروم نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستقل طور پر پانی کا انتظام کردینا بہترین صدقہ ہے کیونکہ پانی عام مخلوق کے کام آتا ہے اوراس سے طرح طرح کی دینی ودنیوی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ پہلے زمانے میں کنویں کی اہمیت بہت تھی اور دیہات اورقصبات اور جنگلوں میں اب بھی اس کی بہت ضرورت رہتی ہے،اورشہروں میں سرکاری نلوں سے پانی ملتاہے پس اگرکوئی شخص کسی مسجد یامدرسہ یامسافرخانہ میں یاکسی دوسری جگہ عام فائدہ کے لئے پانی کی ٹنکی بنوادے یانل لگوادے، یاپانی کا بل اداکرنے کا انتظام کردے یاپانی کھینچنے کے لئے موٹرلگوادے یابجلی کے موٹر کا بل اداکرنے کا بندوبست کردے تو یہ بھی پانی کے صدقہ

---

[1] وترددوا فی شرحه فإنه لایمکن فیه الصلاة فقالوا ماقالوا، منها ماقیل: إنه فی حق من اشترک فی المتفرقات لبناء المسجد فإن من أدخل فیها شیئا قلیلاً یحرز الثواب أیضاً، وإن تهیأمن متفرقة قدر مفحص قطاة من أجزاء المسجد، أقول: إن فی الحدیث مبالغة ولاتکون المبالغة کذباً أصلاً فلا إشکال، ثم قیل: إن وجه اختصاص القطاة بالذکر أن مفحصه یکون علی الأرض کالمسجد علی الأرض سطحها (العرف الشذی شرح سنن الترمذی للکشمیری، جزء ۱ صفحه ۳۷۵)

میں شمار ہوگا،اور بہت بڑے ثواب کا باعث ہوگا، بلکہ شہروں میں بھی خصوصاً مساجد ومدارس میں اب بھی

Idara Ghufran

کنواں کھدوادینا مناسب ہے، سرکاری نل خراب ہوجاتے ہیں، یاپانی کی قلت ہوجاتی ہے تو ان کنوؤں سے کام چلتا ہے، اگر مساجد ومدارس اور عام گزرگاہوں پر ہاتھ سے پانی نکالنے والا نل لگوادیا جائے تو یہ بہت بہتر ہے، اس سے پانی لینے کے لئے ڈول رسی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پانی کے انتظام کرنے سے آخرت کے ثواب کے علاوہ دنیوی ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہیں (ماخوذ از ''پانی کا بحران اوراس کا حل'' مطبوعۃ: ادارہ غفران راولپنڈی)

مختلف احادیث میں جو متعدد اور کئی چیزوں کا ثواب جاری رہنے کا ذکر کیا گیا ہے، بعض حضرات نے اُن کو جمع کیا تو تعداد میں گیارہ یا تیرہ بنتی ہیں، لیکن محدثین نے فرمایا کہ مختلف احادیث میں جو چیزیں بیان فرمائی گئی ہیں، وہ بطورِ مثال کے بیان فرمائی گئی ہیں اور وہ تمام چیزیں پہلی حدیث (جس میں تین چیزوں کا ذکر ہے) میں داخل ہیں، اور ان سب حدیثوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔

(۷)......حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُمَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئٌ (مسلم، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، حدیث نمبر ۱۶۹۱)

ترجمہ: ''جس نے اسلام میں نیکی کا کوئی طریقہ چلایا اور خیر کے کسی باب کا افتتاح کیا) تو اس کو اپنی اس نیکی کا ثواب بھی ملے گا اور اس کے بعد جو اور لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کا بھی اجر وثواب اس کو ملے گا۔ بغیر اس کے کہ ان عاملین کے ثواب میں سے کچھ کمی ہو (اور علیٰ ہذا) اسلام میں جس نے کوئی برائی کا راستہ کھولا تو اس کو اپنی اس پر اس برائی کا وبال ہوگا اور اُس کے بعد جتنے لوگ بھی اس برائی کو اختیار کریں گے، ان سب کے گناہوں کا بوجھ بھی اس پر ڈالا جائے گا۔ بغیر اس کے کہ ان کے اپنے بوجھوں میں کوئی کمی ہو'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: یہ حدیث دراصل پہلی حدیثوں کی ایک طرح سے اُصولی انداز میں تشریح ہے، کیونکہ پہلی حدیثوں میں جو نیک اعمال بیان کیے گئے ہیں، اُن میں ثواب کا سلسلہ اس حدیث میں بیان کردہ اُصول کے مطابق

ہی ملتا ہے کہ وہ شخص کسی نہ کسی حیثیت سے نیک اعمال کا سبب بنتا ہے۔

البتہ اس حدیث میں نیک اعمال کا سبب بننے اور نیک اعمال کی بنیاد ڈالنے کے ساتھ ساتھ بُرے عمل کا سبب بننے اور بُرے عمل کی بنیاد ڈالنے والے کے گناہ کو بھی بیان کر دیا گیا ہے، یعنی جس طرح نیکی کی بنیاد ڈالنے والا اپنے بعد برابر ثواب کا مستحق ہوتا ہے، اسی طرح گناہ اور بدعت کے کام کی بنیاد ڈالنے والا گناہ کا مستحق ہوتا ہے۔

وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جو نیک کام اور نیک اعمال کا سبب بنتے ہیں، اور نیک اعمال کی بنیاد ڈالتے ہیں، دنیا چند روزہ ہے، اصل کام آنے والی چیزیں یہی ہیں، انسان کے فوت ہونے کے بعد پیچھے رہ جانے والی سب چیزیں بے کار جاتی ہیں، مگر جو چیزیں ثواب اور نیکیوں کا ذریعہ بنتی ہیں وہی کار آمد ہوتی ہیں۔

اس کے برعکس وہ لوگ بڑے محرومُ القسمت ہیں، جو کسی گناہ کے کام اور بدعت کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں، اُن کے لیے سِوائے خسارے اور نقصان کے کچھ بھی نہیں۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۷۰ ''خواتین کے لباس کے شرعی احکام''﴾

کہ بدن کے حجم اور ابھار کو نمایاں نہ کرے اور اتنا مکمل ہو کہ چہرے، کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے سے نیچے تک پاؤں کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ کھلا نہ رہ جائے۔

حدودِ ستر میں سے بعض اعضاء کے کھل جانے کا حکم

اصلاً تو خواتین کا لباس ایسا ہی ہونا چاہئے کہ اس کے ستر کی حدود پوری طرح چھپا لے لیکن چونکہ ہر وقت سارے جسم کو اسی طرح چھپائے رکھنے میں حرج ہوسکتا ہے اس لئے نماز کے علاوہ عام حالات میں ایسی جگہ جہاں صرف مسلمان خواتین ہی ہوں یا فقط محرم مرد (یعنی ایسا مرد جس سے ساری عمر کبھی بھی نکاح جائز نہ ہو سکتا ہو، جیسے باپ، بھائی، بیٹا وغیرہ) ہی ہوں اور کسی نامحرم مرد (یعنی ایسا مرد جس سے کسی بھی وقت نکاح جائز ہوسکتا ہو مثلاً دیور، جیٹھ، بہنوئی، خالہ زاد وغیرہ) کے اچانک آ جانے یا نظر پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر سر، گردن، بازو، پنڈلیوں وغیرہ سے از خود کپڑا ہٹ جائے یا کسی ضرورت و مجبوری کی وجہ سے ہٹانا پڑے تو اس کی گنجائش ہے البتہ شرم وحیا کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی صورت میں بھی بلا عذر ایسا نہ کیا جائے۔ (جاری ہے............)

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ جمادی الاولیٰ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۵۱ھ**:میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ہشام بن شبیب بن ابی خیرۃ السد وسی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے، بشر بن مفضل، بکر بن عبداللہ اللیثی، حسن بن حبیب بن ندبہ، ابوعاصم ضحاک بن مخلد، عاصم بن ہلال البارقی اور عبداللہ بن سلمۃ الافطس رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی، ابراہیم بن احمد بن احمد بن محمد بن الحارث الکلابی المصری اور حسن بن علی بن شبیب المعمری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، مصر میں آپ کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج۲۶ ص ۵۶۶،تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۳۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۵۱ھ**:میں حضرت ابویعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام التمیمی المروزی الکوسج رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت مَرو کے مقام پر ہوئی، اور نیشاپور میں رہتے تھے، سفیان بن عیینہ، وکیع بن الجراح، نضر بن شمیل، یحییٰ بن سعید القطان، محمد بن یوسف الفریابی اور عفان رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابنِ ماجہ، ابوزرعہ الرازی، ابوبکر ابن خزیمہ، احمد بن حمدون الاعمشی اور محمد بن احمد بن زہیر رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا تھا، اس کے ساتھ آپ زاہد بھی تھے، اور سنت پر بڑی مضبوطی سے عمل کرنے والے تھے، جمعرات کے دن آپ کی نیشاپور میں وفات ہوئی، اور جمعہ کے دن آپ کی تدفین ہوئی، اور مشہور محدث اسحاق بن راہویہ اور محمد بن رافع رحمہم اللہ کے قریب دفن ہوئے، اور محمد بن طاہر نے آپ کے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۲۶۰، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۸۷، طبقات الحنابلۃ ج۱ ص ۴۴، طبقات الحفاظ ج۱ ص ۴۴، تہذیب التہذیب ج۱ ص ۲۱۹، التاریخ الصغیر ج۲ ص ۳۶۲، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۲۵، تاریخِ دمشق ج۸ ص ۲۸۴، الکامل فی التاریخ ج۳ ص ۲۵۸، المنتظم لابنِ جوزی ج۳ ص ۴۳۳، تہذیب الکمال ج۲ ص ۳۷۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۵۲ھ**:میں حضرت ابوالحسن علی بن سلمۃ بن عقبہ القرشی اللبقی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسحاق بن یوسف الازرق، اسماعیل بن علیۃ، شبابۃ بن سوار، عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی اور عبدالرحمٰن بن ہارون بن عنترہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ ماجہ، ابواسحاق ابراہیم بن اسماعیل

الطّوسی، ابراھیم بن ابی طالب، ابوسعید عاصم بن سعید اور عبداللہ بن ابی القاضی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، جمعہ کے دن جمعہ کے نماز سے پہلے آپ کی وفات ہوئی، اور جمعہ کی دن ہی آپ کی تدفین ہوئی (تہذیب الکمال ج۲۰ص۴۵۳، تہذیب التھذیب ج۷ص۲۸۸، المنتظم لابن الجوزی ج۳ص۴۳۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۵۵ھ**: میں حضرت ابوعمر شبابۃ بن سوار الفز اری المدائنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً خراسان کے باشندے تھے، حریز بن عثمان الرجبی، اسرائیل، شعبہ، شیبان، یونس بن ابی اسحاق اور محمد بن طلحہ بن مصرف رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحیٰی بن معین، اسحاق بن راھویہ، احمد بن ابی سریج الرازی، حجاج بن شاعر، حجاج بن حمزۃ الخشابی اور حسن بن صباح رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب التھذیب ج۴ص۲۶۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۵۸ھ**: میں حضرت ابواسحاق اسماعیل بن اسد بن شاہین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اسماعیل بن ابی الحارث البغدادی کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: احمد بن محمد بن حنبل، اسحاق بن عیسیٰ بن الطباع، حسن بن موسیٰ الاشیب اور خلف بن تمیم رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوداؤد، ابنِ ماجہ، ابراھیم بن اسحاق الحربی، حسن بن محمد بن شعبۃ، حسین بن اسماعیل المحاملی، حسین بن یحیٰی بن عیاش القطان اور ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد رحمہم اللہ، جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج۳ص۴۵، تہذیب التھذیب ج۱ص۲۴۷، المنتظم لابن الجوزی ج۳ص۴۵۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۵۸ھ**: میں حضرت ابوالعباس فضل بن یعقوب بن ابراھیم بن موسیٰ الرخامی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ادریس بن یحیٰی الخولانی، اسد بن موسیٰ، زید بن یحیٰی بن عبیدالدمشقی، وعید بن مسلم الاموی اور ابوعاصم الضحاک بن مخلد رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، بخاری، ابنِ ماجہ، ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق الطّوسی، حسین بن اسماعیل المحاملی، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا اور عبداللہ بن محمد بن ناجیۃ رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔
(تہذیب الکمال ج۲۳ص۲۶۳، تہذیب التھذیب ج۸ص۲۶۰، المنتظم لابن الجوزی ج۳ص۴۵۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۵۹ھ**: میں حضرت ابوزید عبدالرحمٰن بن ابرہیم بن عیسیٰ بن نذیر الاموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ نذیر کے نام سے مشہور تھے، اور اندلس کے مفتی تھے، عبدالرحمٰن المقریٔ، مطرف بن عبداللہ الیساری اور عبدالملک بن الماجشون رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، محمد بن عمر بن لبابہ، سعید بن عثمان الاعناقی اور محمد بن فطیس رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص۳۳۷)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۰ھ**: میں حضرت ابوجعفر محمد بن اسماعیل بن سمرۃ الکوفی السراج رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابراہیم بن عیینۃ، اسباط بن محمد القرشی، اسماعیل بن محمد بن جحادۃ، عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی اور ابوصلت عبدالسلام بن صالح الہروی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: نسائی، ترمذی، ابنِ ماجہ، ابواسید احمد بن محمد بن اسید الاصبہانی، عمر بن محمد بن بجیر البجیر ی اور قاسم بن زکریا المطر ز رحمہم اللہ (تہذیب الکمال ج۲۴ ص ۴۷۹)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۰ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن الہذیل الکوفی بن بنت ابی اسامہ حماد بن اسامہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابوعبداللہ القناد کے نام سے مشہور تھے، ابراہیم بن اسحاق الصینی، سعید بن عمرو الاشعثی، محمد بن صلت الاسدی اور محمد بن عبداللہ بن المبارک المخرمی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، نسائی، احمد بن سلام، اسحاق بن احمد القطان، ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤ داور علی بن عباس البجلی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب الکمال ج۵ ص ۱۰۲)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۱ھ**: میں افریقہ کے گورنر محمد بن احمد بن الاغلب کی وفات ہوئی، آپ کی مدتِ ولایت ۲۰ سال ۵ مہینے اور ۱۶ دن تھی (الکامل فی التاریخ ج۳ ص ۲۹۳)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۲ھ**: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن سہل بن قادم الرملی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آدم بن ابی ایاس، علی بن عیاش رحمہما اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، ابنِ خزیمہ، ابن ابی حاتم اور ارغیانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، رملہ مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۲۴۲، تہذیب الکمال ج۲۹ ص ۷۷)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۳ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن یحییٰ بن الجعد بن نشیط العبدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابوعلی بن ابوالربیع الجرجانی کے نام سے مشہور تھے، آپ بغداد میں رہتے تھے، ابراہیم بن حکم بن ابان العدنی، اصرم بن حوشب (قاضی ہمذان) شبابۃ بن سوار، ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل اور ابوعامر عبدالملک بن عمرو العقدی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ ماجہ، ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی، ابوبکر احمد بن محمد بن ہلال، عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا اور ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد نیشاپوری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔
(تہذیب الکمال ج۶ ص ۳۳۵، تہذیب التہذیب ج۲ ص ۲۸۰، سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۳۵۶)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۳ھ**: میں حضرت ابوجعفر حمدون بن عمارۃ البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،

Idara Ghufran

آپ کا لقب حمدون تھا اوراسی نام سے آپ مشہور ہوئے، احمد بن عبدالملک بن واقد الحرانی، اسحاق بن ابراہیم الہروی، اسحاق بن کعب، داؤد بن مہران اور عبداللہ بن محمد المسندی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابنِ ماجہ، ابوذر احمد بن محمد بن محمد سلیمان بن الباغندی، عبداللہ بن محمد بن اسحاق المروزی (الحامض) محمد بن مخلد العطار الدوری اور یحییٰ بن محمد بن صاعد رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، جمادی الاولیٰ کی پہلی تاریخ کو آپ کا انتقال ہوا (تہذیب الکمال ج۷ص ۳۰۰، تہذیب التہذیب ج۳ص ۲۱)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۴ھ**: میں حضرت ابومحمد شعیب بن شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن راشد القرشی الاموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابومحمد الدمشقی کے نام سے مشہور تھے، اور رملہ بنت عثمان بن عفان رحمہا اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کی ولادت ۱۹۰ھ میں ہوئی، احمد بن خالد الوہبی، جنادۃ بن محمد المری، ابوالیمان حکم بن نافع، عبدالوہاب بن سعید السلمی اور محمد بن المبارک الصوری رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، نسائی، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن مروان، ابراہیم بن عبدالواحد العنسی، احمد بن انس بن مالک، اور ابوجعفر احمد بن محمد بن موسیٰ بن ابی غسان الدمشقی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تہذیب الکمال ج۱۲ص ۵۲۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۴ھ**: میں حضرت ابوخالد یزید بن سنان بن یزید بن ذیال رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مصر میں رہتے تھے، اور مشہور شخصیت محمد بن سنان القزاز رحمہ اللہ کے بھائی تھے، یحییٰ بن سعید القطان، معاذ بن ہشام، عقدی اور عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام نسائی، ابوعوانہ الاسفرائینی، ابوجعفر الطحاوی اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۸۰ سال کی عمر پائی، آپ کی وفات مصر میں ہوئی اور قاضی بکار رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص ۵۵۴، تہذیب التہذیب ج۱۱ص ۲۹۳، المنتظم لابن الجوزی ج۳ص ۴۷۱)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۷ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عزیز بن عبداللہ بن زیاد بن خالد بن عقیل بن خالد الایلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، سلیمان بن سلمۃ الخبائری الحمصی، یعقوب بن زہدم بن الحارث اور سلامۃ بن روح بن خالد الایلی (یہ آپ کے چچا کے بیٹے ہیں) رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، نسائی، ابنِ ماجہ، احمد بن حفص السعدی، احمد بن شعیب بن یزید الصیرفی، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم اور ابوالحریش احمد بن عیسیٰ الکلابی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ایلہ کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج۲۶ص ۱۱۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۸ھ**: میں حضرت ابویحییٰ عیسیٰ بن احمد بن وردان العسقلانی البلخی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اصلاً بغداد کے رہنے والے تھے لیکن بلخ میں عسقلان محلّہ میں آپ رہتے تھے، اسحاق بن سلیمان الرازی، خالد بن عبدالرحمٰن الخراسانی اور خالد بن قاسم المدائنی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ترمذی، نسائی، ابواسحاق ابراہیم بن معقل النسفی، ابویعلیٰ حسن بن حسین الکبندی اور ابومحمد حسن بن زکریا البزاز رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، بلخ کے محلّہ عسقلان میں آپ کی وفات ہوئی (تھذیب الکمال ج ۲۲ ص ۵۸۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۶۸ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن ثواب الثعلبی المخرمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، یزید بن ہارون، عبدالرحمٰن بن عمرو بن جبلۃ البصری، ابراہیم بن حمزۃ المدنی اور عمار بن عثمان الحلبی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، عبداللہ بن محمد بن اسحاق المروزی، جعفر بن عبداللہ بن مجاشع، اسماعیل الصفار، ابوبکر الخلال رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۵۰)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۷۰ھ**: میں حضرت ابواسحاق بن اسحاق بن اسماعیل بن سہل القرشی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مصر میں رہتے تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: جعفر بن عون، محمد بن القاسم الاسدی، ابونعیم، طلق بن غنام، اسحاق السلولی اور سعید بن ابی مریم رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابنِ خزیمہ، طحاوی، ابنِ زیاد نیشاپوری اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہم اللہ، آپ کو فالج کا مرض ہوگیا تھا، اور اس کے مرض کے کچھ عرصہ بعد آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۵۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۷۳ھ**: میں حضرت ابوعلی حنبل بن اسحاق بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابونعیم فضل بن دکین، ابوغسان مالک بن اسماعیل، عارم بن فضل بن دکین اور سلیمان بن حرب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: عبداللہ بن محمد البغوی، یحییٰ بن صاعد اور ابوبکر الخلال رحمہم اللہ، واسط شہر میں آپ کی وفات ہوئی (طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۵۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۱)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۷۵ھ**: میں حضرت ابوالفضل احمد بن ملاعب البغدادی المخرمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عبداللہ بن بکر السہمی، ابونعیم، عبدالصمد بن نعمان، عفان، مسلم بن ابراہیم رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، یحییٰ بن صاعد، اسماعیل الصفار، ابوبکر النجاد، عثمان بن السماک اور ابوجعفر بن

البختری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۱۹۱ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۳، طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۳۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۲، تذکرة الحفاظ ج ۲ ص ۵۹۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۷۵ھ**: میں حضرت شیخ الاسلام ابوبکر احمد بن محمد بن حجاج المروذی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے اور بغداد کے شیخ شمار ہوتے تھے، آپ کے والد خوارزمی تھے، اور آپ کی والدہ مروذیہ علاقہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

احمد بن حنبل آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں سے ہیں، اور ان کی صحبت میں طویل عرصہ تک رہے، اور ان کے بڑے شاگردوں میں شمار ہوتے تھے، ہارون بن معروف، محمد بن منہال الضریر اور محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر الخلال، محمد بن عیسیٰ بن الولید، محمد بن مخلد العطار، عبداللہ الخرقی اور ابوحامد احمد بن عبداللہ الحذاء رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی قبر حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاؤں کی جانب ہے، اسحاق بن داؤد فرماتے ہیں کہ:

> ابوبکر مروذی سے زیادہ دین میں راسخ وراست باز میں نے کوئی نہیں پایا۔

ابوبکر بن صدقہ فرماتے ہیں کہ:

> مروذی سے زیادہ اللہ کے دین کا محافظ ورکھوالا میرے علم میں کوئی اور نہیں۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ:

> ایک دن میں امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا آپ نے کس حال میں صبح کی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کی صبح کیسی ہوسکتی ہے جس کے رب کا اس سے اپنے فرائض کی بجاآوری کا مطالبہ ہو، اور اس کے نبی کا اپنے سنن وطریقوں کی ادائیگی کا تقاضا ہو، اور دو فرشتے اس سے صحتِ عمل کے متقاضی ہوں، جبکہ (اس کے برخلاف) اس کا نفس اس سے اپنی خواہشات کی اتباع کا مطالبہ کرتا ہو، اور ابلیس اس سے منکرات اور فواحش میں ملوث ہونے کا مطالبہ کرتا ہو، اور موت کا فرشتہ اس سے روح کی سپردگی کا تقاضا کرتا ہو، اور اس کے اہل وعیال اپنے نان نفقہ کے پورے کرنے کا مطالبہ کرتے ہوں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۷۵، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۷، طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۲۳، تذکرة الحفاظ ج ۲ ص ۶۳۳)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۷۶ھ**: میں حضرت شیخ الحرم امام ابوجعفر محمد بن اسماعیل بن سالم القرشی

العباسی الصائغ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے، اسماعیل بن سالم القرشی (یہ آپ کے والد ہیں) ابواسامۃ، ابوداؤد الحفری، روح بن عبادہ، حجاج بن محمد الاعور رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوداؤد، ابنِ صاعد، ابنِ ابی حاتم، عبداللہ بن حسن بن بندار اور شیخ ابونعیم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۹۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۱۶۲، تہذیب الکمال ج۲۴ ص ۴۷۷، تہذیب التہذیب ج۹ ص ۵۰)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۷۹ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ زہیر بن حرب بن شداد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوخیثمہ زہیر بن حرب (یہ آپ کے والد ہیں) مسلم بن ابرہیم، احمد بن اسحاق الحضرمی اور موسیٰ بن داؤد الضبی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، محمد بن احمد الحافظ (یہ آپ کے بیٹے ہیں) ابوسہل بن زیاد، قاسم بن اصبغ اور احمد بن کامل رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہو۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۹۳، طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۱۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۹۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۷۹ھ**: میں حضرت ابویحییٰ عبداللہ بن احمد بن ابی مسرۃ المکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ابی مسرۃ کے نام سے مشہور تھے، ابوعبدالرحمٰن المقرئ، عثمان بن یمان، یحییٰ بن قزع اور حمیدی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوالقاسم البغوی، یعقوب بن یوسف العاصمی، خیثمہ بن سلیمان، ابومحمد بن اسحاق الفاکہی المکی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، مکہ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۳۳، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۸۱ھ**: میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس القرشی الاموی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابوبکر بن ابی الدنیا البغدادی کے نام سے مشہور تھے، اور کئی مفید کتابوں کے مصنف تھے، جن میں سے کئی کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، آپ کی ولادت ۲۰۸ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابراہیم بن المنذر الحزامی،، ابراہیم بن زیاد سبلان، اسحاق بن اسماعیل الطالقانی، اور ابوابراہیم اسماعیل بن ابرہیم الترجمانی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابنِ ماجہ، ابراہیم بن عبداللہ بن جنید الختلی (یہ آپ کے ہم عصر بھی تھے) ابراہیم بن عثمان بن سعید بن المثنیٰ المصری الخشاب، ابوعلی احمد بن محمد بن ابراہیم الصحاف اور احمد بن محمد بن الجراح رحمہم اللہ۔
(تہذیب الکمال ج۱۶ ص ۷۸، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۹، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۸، تہذیب التہذیب ج۶ ص ۱۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۷۹)

Idara Ghufran

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوحنیفۃ احمد بن داؤد الدینوری النحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن السکیت رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، آپ کی تالیفات علمِ نحو، علمِ لغت، علمِ ہندسۃ، علمِ ھیئت اور وقت کی قدر و قیمت وغیرہ موضوعات پر ہیں، آپ احناف کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۲۲)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن ابی بدر المنذر بن بدر بن النضر المغازلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بدر کے لقب سے مشہور تھے (طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۲۹)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن ابراہیم البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ محمد بن حاتم بن میمون السمین رحمہ اللہ کے نواسے تھے، ابوالجہم ارزق بن علی الحنفی، سعید بن سلیمان الواسطی سعدویہ اور یعقوب بن حمید بن کاسب رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، حسین بن اسماعیل المحاملی، محمد بن جعفر المطیری اور محمد بن مخلد بن حفص بن العطار رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، بغداد میں آپ کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۲۹، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۶۰)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۸۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن العباس بن جریج رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مشہور شاعر تھے، اور ابن الرومی کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۹۶)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۸۵ھ**: میں حضرت احمد بن اصرم بن خزیمۃ بن عباد بن عبداللہ بن حسان بن الصحابی عبداللہ بن مغفل المزنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، احمد بن حنبل، ابنِ معین، عبدالاعلیٰ بن حماد، قواریری، سریج اور ابوابراہیم الترجمانی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوعوانہ، ابنِ ابی حاتم، قاسم بن ابی صالح، ابوجعفر العقیلی، ابوعبداللہ بن مروان الدمشقی اور ابوبکر النجاد رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۸۵، طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۸)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۸۶ھ**: میں حضرت ابوالعباس محمد بن یونس بن موسیٰ القرشی الشامی البصری الکدیمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بصرہ کے محدث کے لقب سے مشہور تھے، ابوداؤد، خریبی، ازہر السمان اور روح بن عبادۃ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابن الانباری، اسماعیل الصفار، ابوبکر الشافعی، ابوبکر بن خلاد النصیبی اور ابوبکر القطیعی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۱۰۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۱۹)

Idara Ghufran

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۸۹ھ**: میں عباسی خلیفہ المکتفی باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، آپ کا پورا نام ابومحمد علی بن المعتضد باللہ ابوالعباس احمد بن الموفق طلحہ بن التوکل العباسی تھا، آپ کی ولادت ۲۶۴ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۷۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۹۱ھ**: میں حضرت ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن یزید الشیبانی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۰۰ھ میں ہوئی، ابراہیم بن المنذر، محمد بن سلام الجمحی، ابن الاعرابی، علی بن المغیرۃ، سلمہ بن عاصم اور زبیر بن بکار رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، نفطویہ، محمد بن عباس الیزیدی، اخفش الصغیر، ابن الانباری، ابوعمر الزاہد، احمد بن الکامل اور ابن المقسم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث سماعت کی، آپ کی مشہور کتب مندرجہ ذیل ہیں:

اختلاف النحویین، القراءات، معانی القرآن وغیرہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۷، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۹۲ھ**: میں حضرت قاضی القضاۃ ابوخازم عبدالحمید بن عبدالعزیز السکونی البصری الحنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: محمد بن بشار، محمد بن المثنیٰ اور شعیب بن ایوب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: مکرم بن احمد اور ابومحمد بن زبر رحمہما اللہ، آپ شام، کوفہ، کرخ اور بغداد کے قاضی رہے، ۲۶۴ھ میں آپ دمشق کے قاضی تھے، لیکن بعد میں معتضد باللہ کے دور میں بغداد کے قاضی بنادیئے گئے، وفات تک بغداد میں ہی رہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۴۱)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۹۳ھ**: میں حضرت ابوبکر اسماعیل بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران السراج نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، یحییٰ بن یحییٰ التمیمی، محمد بن موسیٰ الجرشی، جبارۃ بن المغلس اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، محمد بن اسحاق بن ابراہیم (یہ آپ کے بھائی ہیں) محمد بن مخلد، ابوسہل بن زیاد القطان، اسماعیل بن علی الخطبی اور ابن قانع رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی ولادت بغداد میں ہوئی، اور بغداد ہی میں دین کا علم پھیلایا اور بغداد میں ہی آپ کی وفات ہوئی "عندالبعض مات فی سنة ست وثمانين ومائتين" (طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۳۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۹۶ھ**: میں حضرت ابوجعفر احمد بن حماد بن مسلم التجیبی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ زغبہ کے نام سے مشہور تھے، اور مشہور شخصیت عیسیٰ بن حماد زغبہ کے بھائی تھے، سعید بن ابی مریم، ابوصالح، یحییٰ بن بکیر، سعید بن ابی عفیر اور عیسیٰ آپ کے اساتذہ ہیں، نسائی، عبدالمؤمن بن

Idara Ghufran

خلف النسفی، علی بن محمد الواعظ، ابوسعید بن یونس، سلیمان بن احمد الطبرانی اور حسن بن رشیق رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۹۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۳۳، تهذيب الكمال ج ۱ ص ۲۹۷، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۰۶، تهذيب التهذيب ج ۱ ص ۲۲)

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۹۷ھ:** میں حضرت ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ العبسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عثمان بن ابی شیبۃ (یہ آپ کے والد ہیں) ابوبکر، منجاب بن الحارث، علاء بن عمرو الحنفی اور ابوکریب رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ صاعد، ابوالقاسم الطبرانی، حسین بن عبید الدقاق اور اسماعیلی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۲۲، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۰۷، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۶، تذكرة الحفاظ ج۲ ص ۶۶۱)

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۹۹ھ:** میں حضرت ابوالاحوص امام محمد بن ابن الہیثم بن حماد بن واقد الثقفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوالاحوص کے نام سے مشہور تھے، اور عکبراء مقام کے قاضی تھے، ابونعیم، مسلم بن ابرہیم، عبداللہ بن رجاء، ابوالولید اور سعید بن عفیر رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، ابنِ ماجہ، موسیٰ بن ہارون، ابنِ صاعد، ابوعوانہ، عثمان بن السماک، ابوبکر النجاد، ابوبکر الشافعی، ابوبکر بن مالک الاسکافی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، عکبراء کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۱۵۷، تهذيب الكما ج۲۶ ص ۲۸۵، تهذيب التهذيب ج۹ ص ۱۴۱، تذكرة الحفاظ ج۲ ص ۶۰۶)

ماہِ ذی قعدہ کے فضائل واحکام

اس رسالے میں اسلامی سال کے گیارہویں مہینے ''ذی قعدہ'' کے متعلق فضائل ومسائل اور منکرات کو جمع کیا گیا ہے، نیز ماہِ ذی قعدہ کے حج کے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے حج سے متعلق بھی چند بنیادی باتیں اور قابلِ اصلاح چیزوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں ماہِ ذی قعدہ میں واقع ہونے والے چند تاریخی واقعات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

مفتی محمد رضوان

دہلی کا ایک سفر (تیسری وآخری قسط)

اس وقت وہاں کی ثقافت (Culture)

ہندو پاک کے بہت سے مسلمانوں میں کئی ایسی رسمیں پائی جاتی ہیں جو ہندو دھرم سے تعلق رکھتی ہیں، جس کی ایک وجہ تو یہ کہی جاسکتی ہے کہ اس خطہ میں اکثریت ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی رہی ہے اور بہت سے مسلمانوں کے آباء واجداد بھی ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے، جو صوفیاء، علماء اور صلحاء کی اصلاحی وتبلیغی جدوجہد کی وجہ سے مسلمان ہوئے، لیکن بہت سی رسوم مسلمان ہونے کے بعد بھی ان میں رائج رہیں۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ہندوستان میں حکمرانوں کی طرف سے آہستہ آہستہ اور گزشتہ چند سالوں سے تیزی کے ساتھ مسلمانوں کے کلچر میں خاطر خواہ تبدیلی کی جدوجہد کی گئی ہے۔

اور اس وقت دہلی کی عمومی ثقافت وفضا کو دیکھ کر ایک عام شخص کو یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ یہ صدیوں تک مسلمانوں کا دارالحکومت اور بزرگانِ دین واولیائے کرام کا مسکن رہا ہے۔

برصغیر میں دینی مدارس اور علماء وصلحاء کی طرف سے تبلیغی واصلاحی کوششوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کو تو ختم نہیں کیا جاسکا، لیکن سیاسی مشینری کے اپنے مذہب کے دائرے میں گھومتے رہنے کا اثر تو معاشرے پر لازماً پڑ کر رہا کرتا ہے، خصوصاً آج کے دور میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے تو اپنی آواز واثرات کو گھر گھر بیٹھے ہوئے معذور افراد تک پہنچا دیا ہے، اس لئے ہندوستان میں بسنے والے ہر طبقہ پر کم یا زیادہ بلا تفریق اس کے اثرات پہنچتے رہے ہیں، جن سے مسلمانوں کی جماعت بھی محفوظ نہیں رہی اور وضع قطع اور حلیہ ولباس اور رہن سہن وغیرہ کے معاملہ میں مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ ان اثرات سے دوچار ہو رہا ہے، کئی علاقوں میں تو مسلمانوں کے نام ہندوؤں کے ناموں کے طرز پر ہیں، اور خواتین کا لباس بھی ہندوؤں کے طرز پر ہے، اور اسلامی لباس اور وضع قطع کو اجنبی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ سیاسی وقومی سطح پر ہندی زبان کو جو فروغ دیا گیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی عصری تعلیم یافتہ نوجوان نسل کی اکثریت اردو زبان سے کافی حد تک دور اور ہندی زبان سے قریب تر ہوتی

جارہی ہے۔اور روزمرہ کی بول چال میں اردو سے زیادہ ہندی کے الفاظ استعمال ہونے لگے ہیں، اور تحریری طور پر بھی ہندی یا پھرانگلش کے علاوہ کسی اورتحریر کولکھنا، پڑھناان کے لئے مشکل مرحلہ بن گیا ہے، مگران حالات میں بھی دینی مدارس، علماءاور تبلیغی جماعت کی مساعی سے وہاں کافی حدتک دینِ اسلام کی شمع روشن ہے؛ بابری مسجد کے سانحہ اور کشمیر کے مسئلہ پر پاک وہند کے درمیان غیر معمولی کشیدگی کا مظاہرہ ہونے کے بعد بیشتر ہندوؤں کے دِلوں میں مسلمانوں کی طرف سے تعصب ونفرت بھی کافی حدتک بھرگئی ہے، بعض سیاسی لیڈران کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف زہراگلا جاتا رہتا ہے، خصوصاً وہاں کی سیاسی پارٹی، بی۔جے۔پی کے بعض سیاسی نمائندگان کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف تعصب ونفرت کا وقتاً فوقتاً اظہار کیا جاتا رہتا ہے۔تاہم ہندوستان میں مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اتنی بڑی تعداد آباد ہے کہ اگران میں صحیح دینداری اوراتحاد ہوتوان کے لئے وہاں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

لیکن افسوس کہ عموماً مسلمان لیڈران خود سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اور مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوششیں کرنے کے بجائے مختلف ہندولیڈروں اورنیتاؤں کی حمایت میں لگ کرہی اپنا سیاسی کردارادا کرتے اوراپنے قدوکاٹھ کو بڑھاتے ہوئے نظر آتے ہیں، اِلّا ماشاءاللہ۔

دہلی سے پاکستان واپسی

ہم نے مؤرخہ ۳۰ صفر ۱۴۲۹ھ 9 مارچ 2008 کورات کے وقت دہلی سے لاہور کے لئے روانہ ہونا تھا، دہلی سے سمجھوتہ ایکسپریس (Samjhota Express) کا وقت رات دس بج کر پچاس منٹ پر مقرر تھا، ٹکٹ وغیرہ تو ہم نے دوتین دن پہلے ہی حاصل کر لئے تھے، ریلوے کے محکمہ نے دہلی میں پاکستان کے لئے ٹکٹ جاری ہونے کی الگ سے مستقل کھڑکی قائم کی ہوئی ہے جس سے صرف پاکستان کا سفر کرنے والے مسافروں کوہی پاسپورٹ اور ویزاوغیرہ دیکھ کراور ریلوے کا محکمہ اس کی تفصیل اپنے پاس محفوظ رکھ کر ٹکٹ فراہم کرتا ہے۔

آج کل دہلی اسٹیشن پر جس جگہ سمجھوتہ ایکسپریس کھڑی ہوتی ہے وہاں تک غیر متعلقہ شخص کونہیں جانے دیا جاتا،ٹکٹ اور پاسپورٹ دیکھ کرہی متعلقہ اشخاص وافراد کو جانے کی اجازت ہوتی ہے، ریل تک پہنچنے سے پہلے مختلف مراحل پر ٹکٹ، پاسپورٹ اور متعلقہ مسافروں اوران کے سامان کی پوری طرح چھان بین اور تحقیق ہوتی ہے، اورالیکٹرک مشینوں سے گزرکرریل تک پہنچنا ہوتا ہے، جوسیکورٹی کے نقطۂ نظر سے اچھا

Iqra Ghufran

انتظام ہے۔

سمجھوتہ ایکسپریس جس مقام پر کھڑی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ساتھ اسٹیشن پر اوپر کی طرف مسافروں کی نشاندہی اور سہولت کے لئے نمایاں اور واضح طور پر کمپیوٹرائزڈ لکھائی سے ٹرین کا نام، ڈبہ نمبر، ٹرین کی روانگی کا وقت اور موجودہ وقت، یہ سب کچھ دور سے ہی نظر آ رہا تھا، اور اندر سیٹوں پر بھی واضح نمبر پڑے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے مسافروں کو اپنے ڈبے اور سیٹوں کو تلاش کرنے میں دشواری پیش نہیں آئی۔

اٹاری (Attary) سے دہلی آتے وقت کی طرح واپسی پر بھی ٹرین میں بیٹھنے لیٹنے، اور سیکورٹی کا معیاری انتظام تھا، صبح سات بجے سے کچھ پہلے یہ ٹرین اٹاری بارڈر پہنچ گئی، کسٹم کی تمام ضروری کارروائیوں سے فارغ ہونے کے ساتھ ہی پاکستان سے مسافروں کو اٹاری لے جانے والی پاکستانی ٹرین پہنچ گئی اور خالی ہونے کے بعد وہ پاکستان کے لئے روانہ ہونے والے مسافروں کے مقررہ پلیٹ فارم پر آ کھڑی ہوئی۔

اور سہ پہر ڈھائی بجے کے لگ بھگ یہاں سے روانہ ہوکر واہگہ (Wahga) بارڈر پہنچی، اس ٹرین میں پھر وہی بدنظمی دیکھنے کو ملی جو جاتے وقت ملی تھی، اللہ اللہ کر کے واہگہ بارڈر پہنچے، یہاں سے فارغ ہوتے ہوتے کافی وقت لگ گیا، لیکن فارغ ہونے کے باوجود نا معلوم کس وجہ سے مسافروں کو ٹرین میں شام ساڑھے پانچ بجے تک بٹھائے رکھا گیا، لاہور میں سمجھوتہ ایکسپریس کے پہنچنے کا وقت شام پونے پانچ بجے مقرر تھا لیکن ساڑھے چھ بجے آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی اور مختلف مقامات پر رکتی ہوئی یہ ٹرین لاہور اسٹیشن پہنچی جس کی وجہ سے کئی مسافروں کی لاہور سے دوسرے مقامات پر جانے والی ٹرینیں چھوٹ گئیں اور تشویش و پریشانی کا سامنا الگ ہوا۔

اور اس طرح ہمارا دہلی کا یہ سفر اختتام کو پہنچا۔

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

اندھیرا ہو رہا ہے سورج کی روشنی میں

بجلی آج کے دَور میں ہر ملک کی اجتماعی وانفرادی ضرورت بن گئی ہے، لیکن بدقسمتی سے اس ضرورت کی چیز کا بغیر ضرورت کے بلکہ ضَرر اور نقصان میں استعمال بہت عام ہوگیا ہے۔

اور اس سے آگے بڑھ کر ضَرر ونقصان کے طور پر اس کا استعمال شروع ہوگیا ہے، جس کے نتیجہ میں طرح طرح کے دنیاوی واُخروی مفاسد پیدا ہونا شروع ہوگئے ہیں۔

بجلی کے استعمال کی جتنی بھی شکلیں ہیں، ان کو ہم بنیادی طور پر تین قسموں یا صورتوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

(۱)......**بجلی کا ضرورت میں استعمال:** وہ ضرورت خواہ دنیا کی ہو، یا دین کی۔

اس مفہوم کو ہم اس طرح ادا کرسکتے ہیں کہ اس کے استعمال نہ کرنے کی صورت میں دین کا یا پھر دنیا کا کوئی معقول ضَرر ہوتا ہو، یا کسی فائدہ سے محرومی لازم آتی ہو، مثلاً قرآن مجید کی دیکھ کر تلاوت کرنا، دینی مضامین کا مطالعہ کرنا، معاشی، معاشرتی اور کاروباری ضروریات کے لیے بجلی کا استعمال کرنا۔

(۲)......**بجلی کا فضول استعمال:** فضول سے ہماری مراد وہ استعمال ہے، جو ضرورت کے بغیر ہو، اور اس کے استعمال نہ کرنے کی صورت میں دین کا یا پھر دنیا کا کوئی معقول ضَرر ونقصان نہ ہو یا کسی فائدہ سے محرومی لازم نہ آتی ہو، مثلاً بغیر کسی ضرورت کے بلب جلانا، پنکھا یا دوسری الیکٹرانک اشیاء چلانا یا جتنی تعداد ومقدار میں ان چیزوں کے استعمال کی ضرورت ہے، اس سے زیادہ مقدار میں چلانا، ایک بلب یا پنکھے سے کام چل سکتا ہوں تو خواہ مخواہ دو یا زیادہ چلانا وغیرہ۔

(۳)......**بجلی کا گناہ میں استعمال:** اس سے مراد یہ ہے کہ جس کا استعمال براہِ راست گناہ کے کام میں ہورہا ہو۔ مثلاً الیکٹرانک میڈیا پر فلمیں اور غیر شرعی پروگرام دیکھنا، یا نمود ونمائش کے طور پر اور اپنی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لیے برقی قمقمے روشن کرنا، مختلف اوقات میں اور تقاریب میں چراغاں (لائٹنگ) کرنا

ان میں سے پہلی صورت جائز اور بعض صورتوں میں عبادت ہے، اور اس میں گناہ کا شک نہیں کیا جاسکتا۔

اور تیسری صورت ناجائز اور گناہ ہے، اور درمیانی یعنی دوسری صورت اول وَہلہ میں جائز ومباح محسوس ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں یہ بھی گناہ میں داخل ہے، اور وہ اس طرح سے کہ اس صورت میں بجلی اور مال کا

فضول ضیاع ہے، جو کہ گناہ ہے۔

اس درمیانی یعنی دوسری صورت اور تیسری وآخری صورت میں فرق اتنا ہے کہ دوسری صورت میں فضول خرچی اور مال کے بے جا ضیاع کا گناہ ہے، اور تیسری وآخری صورت میں اس گناہ کے ساتھ ساتھ ایک گناہ خود اس عمل کا بھی ہے، جس کی خاطر بجلی کا استعمال کیا جارہا ہے، یعنی نمود ونمائش، تصویر وغیر شرعی پروگرام دیکھنا اور رسم ورواج وغیرہ میں مبتلا ہونا، اس لیے دوسری ودرمیانی صورت ایک گناہ پر اور تیسری وآخری صورت کم ازکم دو گناہوں پر مشتمل ہے، اور شرعی اعتبار سے یہ دونوں صورتیں ناجائز وگناہ ہیں، اور جائز ہونے کی صرف ایک صورت باقی رہ جاتی ہے۔

اب جب ہم اپنے معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پہلی صورت کے استعمال کا تناسب بہت کم اور دوسری کا زیادہ اور تیسری کا اس سے بھی زیادہ نظر آتا ہے۔ حالانکہ دوسری وتیسری صورتوں کا تو اسلامی معاشرہ میں استعمال ہونا ہی نہیں چاہیے تھا، اور اگر ہوتا بھی تو ان صورتوں کے استعمال کا تناسب مروّجہ تناسب کے بالکل برعکس ہوتا، یعنی پہلی صورت کا تناسب سب سے زیادہ اور دوسری کا اس سے کم اور تیسری کا اس سے بھی کم۔

لیکن یہ ہماری بدبختی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو کام بھی ہوتا ہے وہ اُلٹا ہی ہوتا ہے، ہماری حرکات وسکنات کی گنگا ہمیشہ اُلٹی ہی بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔

دوسری وتیسری صورتیں تو ایسی ہیں کہ ان کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، اس لیے ان صورتوں میں بجلی کے صرَف کرنے سے ہمیں اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

اُمید ہے کہ اس پر عمل کرنے کی صورت میں بجلی کی قلت، بحران، اور مہنگائی کی شکایت کافی حد تک ختم ہوجائے گی، اور کم ازکم ستر فیصد بجلی کی مقدار ضائع ہونے سے محفوظ ہوجائے گی۔

اور پہلی صورت چونکہ جائز اور بعض حالات میں عبادت ہے، اس لیے اس سے تو منع نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس میں کچھ ایسی اصلاحات کی جاسکتی ہیں کہ جن کی وجہ سے اس صورت میں بھی بجلی کا استعمال کم ازکم ہو۔

اس سلسلہ میں ہماری تجویزات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

(۱)......جس وقت جتنی بجلی کے استعمال کی ضرورت ہو، اس وقت اُتنی ضرورت کی مقدار کے استعمال پر اہتمام کے ساتھ اکتفاء کیا جائے، مثلاً جس وقت ایک وہ بھی کم واٹ (Watt) کے بلب اور پنکھے کی ہلکی رفتار سے ضرورت پوری ہوسکتی ہو، تو اس سے زیادہ استعمال سے گریز کیا جائے، اور ضرورت پوری ہونے

پر اہتمام کے ساتھ بجلی اور مشین کو بند کرنے کی عادت اپنائی جائے۔

(۲)......اگر چند افراد ایک مقام پر جمع ہوکر بلب کی روشنی اور پنکھے کی ہوا سے ضرورت پوری کرسکتے ہوں تو مختلف مقامات پر الگ الگ رہ کر بلب روشن اور پنکھے چالو نہ کئے جائیں۔

(۳)...... جو کام کمروں کے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ کھول کر یا پردہ وغیرہ ہٹا کر دن اور سورج کی روشنی اور فطری ہوا میں یا روشنی اور ہوا والے مقام پر جا کر بآسانی پورا ہوسکتا ہو، اسے اس طرح سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے اور بجلی کی مصنوعی روشنی اور ہوا کے استعمال سے حتی الامکان بچا جائے۔

(۴)......صبح سویرے دن اور سورج کی روشنی اور اُجالا ہونے پر اپنے کام وکاج اور کاروباری مشاغل کو فطری روشنی کی مدد سے پورا کیا جائے اور رات کا اندھیرا شروع ہونے پر ان مشاغل کو بند کردیا جائے اور رات کو جلدی سوکر صبح جلدی اٹھنے کی عادت بنائی جائے۔

اور اس پر عمل کرنے میں جہاں بجلی کی بچت ہوگی وہاں قرآن وسنت کی فطری تعلیمات پر بھی عمل ہوکر سلامتی وعافیت حاصل ہوگی، اور سورج کی روشنی میں اندھیرا ہونے سے حفاظت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے رات کو راحت وسکون حاصل کرنے کی چیز بنایا ہے، اور راحت وسکون کا عمدہ طریقہ نیند ہے، بیداری کی تھکان نیند سے دُور ہوجاتی ہے اور جسم کی حرکت کی تھکان سکون سے ختم ہوجاتی ہے، پھر صحیح نیند اور مکمل سکون کے لئے ایک خاص ماحول اور مزاج کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے رات کے ماحول اور مزاج کو ایسا بنادیا جو نینداور سکون کا ذریعہ ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس سلسلہ میں بطور عبرت ونصیحت چند آیات ملاحظہ فرمالی جائیں۔

پہلی آیت:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا. اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (سورۃ یونس آیت ۶۷ پارہ نمبر ۱۱)

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو تاکہ اُس میں تم سکون حاصل کرو، اور (بنایا) دِن دِکھلانے کے واسطے؛ بے شک اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سُنتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون اور نیند حاصل کرنے اور دن کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا۔

مگر آج بہت سے لوگ رات کے اکثر حصہ میں جاگتے رہنے کی وجہ سے سکون اور نیند حاصل نہیں کرتے،

اور پھر دن کے بڑے حصہ میں سوتے رہنے کی وجہ سے اس کی روشنی سے دیکھنے کی ضرورت سے محروم رہتے ہیں، اور بجلی کی مصنوعی روشنی سے کام چلاتے ہیں۔

دوسری آیت:

وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (سورہ بنی اسرآءیل آیت نمبر ۱۲ پارہ نمبر ۱۵)

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو تاکہ اُس میں تم سکون حاصل کرو، اور (بنایا) دِن دِکھلانے کے واسطے؛ بے شک اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سُنتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس آیت سے دن کے وقت کے دو مقاصد وفوائد معلوم ہوئے، ایک اُس کی روشنی میں دیکھنے کا کام لینا، اور دوسرے روزی اور معاش کا انتظام کرنا۔

اور آج بہت سے لوگ دن کے ان دونوں مقاصد وفوائد سے محروم ہو کر فطرت سے دور ہو رہے ہیں۔

تیسری آیت:

وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا (سورۃ الفرقان آیت نمبر ۴۷ پارہ نمبر ۲۰)

ترجمہ: اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے بنادیا تمہارے واسطے رات کو اوڑھنا (یعنی اندھیرے والی) اور نیند کو آرام اور دن کو بنادیا اٹھنے کے لئے (ترجمہ ختم)

اس آیت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ رات اندھیرے کا وقت ہے، جو نیند وسکون کے لئے فطری طور پر ضروری ہے، اس لئے رات کے وقت بلاضرورت روشنی کرنا فطرت کے خلاف ہے، اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دن کا وقت جاگنے کے لئے ہے نہ کہ سوتے رہنے کے لئے۔

لہٰذا ہمارا مروّجہ ماحول جس میں رات کے بڑے حصہ میں مصنوعی روشنی جاری رکھی جاتی ہے، اور دن کے بڑے حصہ میں سویا جاتا ہے، یہ قدرت وفطرت کے خلاف ماحول ہے، جس میں خیر وبرکت نہیں۔

چوتھی آیت:

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ النمل آیت نمبر ۸۶ پارہ نمبر ۲۰)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنایا رات کو کہ اس میں سکون حاصل کریں، اور بنایا دن دیکھنے

Idara Ghufran

کے واسطے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں (ترجمہ ختم)
اس کی تشریح پہلی آیت کے ضمن میں گزر چکی۔

پانچویں آیت:

وَمِنْ رَّحْمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (سورۃ القصص آیت نمبر ۷۳ پارہ نمبر ۲۰)

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ نے) اپنی رحمت سے بنادیئے تمہارے واسطے رات اور دن کہ اُس (رات اور دن) میں (بالترتیب) سکون حاصل کرو، اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی روزی، اور تاکہ تم شکر کرو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور مہربانی ہے کہ رات کے ماحول اور مزاج کو تاریک اور خنکی والا بنایا تاکہ اس میں راحت وسکون اور نیند حاصل کرسکیں، اور دن کا ماحول ایسا بنایا تاکہ اس میں معاش کا بندوبست کیا جائے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جائے۔

مگر آج فطرت کے اس اصول کی خلاف ورزی کر کے ناشکری ہو رہی ہے۔

چھٹی آیت:

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَابْتِغَآؤُکُمْ مِنْ فَضْلِہٖ. اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (سورۃ الروم آیت نمبر ۲۳ پارہ ۲۱)

ترجمہ: اور اُس (اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں میں سے تمہارا رات کو سونا اور دن میں اُس کی روزی کو تلاش کرنا ہے، اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس کا مطلب واضح ہے اور پہلی آیات کے ضمن میں وضاحت گزر چکی ہے۔

ساتویں آیت:

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا. اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ (سورۃ المؤمن آیت نمبر ۶۱ پارہ ۲۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے بنایا تمہارے واسطے رات کو تاکہ اُس میں سکون حاصل کرو، اور بنایا دن کو دیکھنے کے واسطے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت فضل والے ہیں اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (ترجمہ ختم)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کے مقاصد وفوائد کو بیان کرتے ہوئے ان کو لوگوں پر اپنا فضل

وکرم قرار دیا ہے، اور پھر اکثر لوگوں کی ناشکری کی شکایت فرمائی ہے۔
ہمارا مروّجہ ماحول اس ناشکری کی کھلی دلیل ہے۔

آٹھویں آیت:

وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (سورة النبأ آیت نمبر ۱۱ پارہ ۳۰)

ترجمہ: اور بنایا ہم نے دن کو معاش (کمائی کرنے) کا وقت (ترجمہ ختم)

جب اللہ تعالیٰ نے دن کو معاش اور کمائی کا وقت بنایا ہے تو اسی وقت میں معاش اور کمائی کا بندوبست کرنے میں خیر و برکت ہوگی، اور اس کی خلاف ورزی میں خیر و برکت نہیں ہوگی۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کو سونے سے رزق میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے (مسند احمد، بیہقی، مجمع الزوائد)

یاد رکھئے کہ رات کو دیر تک جاگ کر غیر ضروری کاموں میں منہمک رہنا زمانۂ جاہلیت کے کارناموں میں سے ہے، زمانۂ جاہلیت میں رات کو دیر تک جاگ کر اپنے آباء واجداد کی بہادری اور جنگوں کے قصے کہانیاں سنانے کا بے حد رواج تھا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے ہودہ رسم کا یکسر خاتمہ فرما دیا (بخاری و مسلم)

آج رات کو دیر تک جاگ کر میڈیائی پروگراموں میں مشغول و منہمک رہنا بھی زمانۂ جاہلیت کی ترقی یافتہ اور اس دور کی مہذب باقیات میں سے ہے۔

اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی کو عشاء کے بعد فضول کاموں میں مصروف دیکھتے تو تنبیہ فرماتے اور بعض کو سزا بھی دیا کرتے تھے (قرطبی)

صبح کا وقت ہر اعتبار سے برکت کا وقت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے صبح کے وقت کے کاموں میں برکت کی دعا فرمائی ہے (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ و احمد)

بسلسلہ: فقہی مسائل (پاکی ناپاکی کے مسائل: قسط۱۴) مفتی محمد امجد حسین

پانی کی اقسام واحکام

حیض ونفاس کے ضروری احکام ومسائل کا بیان ہو چکا جو کہ نجاست حکمیہ کی قسمیں ہیں اس طرح نجاست حقیقیہ وحکمیہ کے ضروری مباحث مکمل ہوگئے۔اب جانو کہ نجاستوں کے ازالے کا عام فطری ذریعہ پانی ہے(بعض مخصوص چیزوں کی نجاست کے ازالے کے لئے پانی کے علاوہ جو متبادل ذرائع اور طریقے ہیں ان کی وضاحت پیچھے گزر چکی ہے)اب پانی کے متعلق احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

پانی سرچشمہ حیات ہے

دنیا میں ہر قسم کی زندگی (انسانی ہو یا غیر انسانی) کا وجود و بقا پانی کے مرہون منت ہے اور روئے زمین کی سرسبزی وشادابی کا پورا پورا انحصار بھی پانی پر ہے۔قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (سورۃ الانبیاء آیت ۳۰)

ترجمہ: اور بنائی ہم نے پانی سے ہر جاندار (ذی حیات) چیز۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (سورہ فاطر آیت نمبر ۹)

ترجمہ: اور اللہ وہ ذات ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں، پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو، پھر ہم اس بادل کو خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک کرلے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعہ سے زمین کو (نباتات سے) زندہ کرتے ہیں۔

پانی کی ابتدائی تقسیم

شرعی نقطہ نظر سے پہلے پہل پانی کی یہ دو قسمیں کی جاتی ہیں:

(۱)......مطلق پانی **(۲)**......مقید پانی

مطلق پانی سے مراد خود یہ متعارف پانی ہی ہے کہ اردو میں پانی عربی میں ماء، فارسی میں آب، انگلش میں واٹر کا لفظ بول کر جس کی طرف فوراً ذہن جاتا ہے۔اور دنیا میں یہ درج ذیل مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے،

سمندری پانی، بارش کا پانی، دریاؤں، نہروں، ندیوں، چشموں، کنوؤں کا پانی، حوض و تالاب و جوہڑوں میں (بارش وغیرہ سے) ذخیرہ شدہ پانی۔

(ان پانیوں کے ساتھ بارش، کنویں، چشمے، دریا وغیرہ کا نام صرف تعارف کے لئے ہے اس لئے پانی کے ساتھ ان ناموں کی قید کے باوجود یہ مطلق ہونے سے نہیں نکلتے)

مقید پانی سے مراد وہ پانی کی طرح پتلے اور سیال عرقیات وغیرہ ہیں کہ جو صورت و شکل اور ظاہری جسامت میں پانی ہونے کے باوجود پانی کی حیثیت سے متعارف نہیں کہ نہ وہ پانی (مطلق) کہلاتے ہیں اور نہ ان کا استعمال اور خواص و تاثیرات عام پانی کے مثل ہیں جیسے عرق گلاب، روح کیوڑہ، مختلف پھلوں، پتوں اور نبات کے عرق و نچوڑ، ناریل، تربوز وغیرہ کا پانی۔ کہ یا تو ان کو پانی کہا ہی نہیں جاتا، اگر کہا جائے تو صرف پانی نہیں کہتے بلکہ جس چیز سے نچڑا ہوا یا کشید کیا ہوا یا ٹپکا ہوا ہو اس چیز کے نام کے ساتھ مقید کر کے موسوم کئے جاتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں ناریل کا پانی، تربوز کا پانی، گلاب کا پانی یا عرق، گنے کا رس وغیرہ۔

ان کو مقید پانی متعلقہ شرعی احکام کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے کہہ دیا جاتا ہے ورنہ دراصل یہ پانی نہیں ہیں مائعات ہیں یعنی مائع چیزیں، اسی طرح پٹرول، مٹی کا تیل، تیزاب بھی انہی مائعات کے زمرے میں شامل ہیں۔

یاددہانی

آگے بڑھنے سے پہلے موقعہ کی مناسبت سے وہ اصولی مسئلہ پھر ذہن میں تازہ کرلیں جو پیچھے شروع میں نجاست حقیقیہ وحکمیہ کے تعارف کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

یعنی نجاست حکمیہ والی (جملہ اقسام میں) نجاست کے ازالے کے لئے مطلق پانی جو کہ پاک ہو ضروری ہے مقید پانی یعنی مذکورہ مائعات سے نجاست حکمیہ کا ازالہ نہیں ہوتا (اگر مطلق پانی نہ ہو تو تیمّم کا حکم ہے)

جبکہ نجاست حقیقیہ والی (جملہ اقسام میں) نجاست کے ازالے کے لئے مطلق پانی ہونا ضروری نہیں مائعات یعنی مقید پانیوں، (عرقیات، پٹرول، مٹی کا تیل وغیرہ) سے بھی نجاست حقیقی کا ازالہ کر کے چیز کو یا جسم کو پاک کیا جاسکتا ہے۔

باقی دودھ، تیل، پگھلا ہوا گھی ان میں چونکہ چکنائی اور دسومت ہوتی ہے، اس لئے ان سے نجاست کا ازالہ

نہیں ہوسکتا، بلکہ کپڑے وغیرہ میں یہ جذب ہوکر پیوست ہوجاتے ہیں، اورنجاست کومزید گہرا و پختہ کردیتے ہیں، اس لئے باوجود مائع ہونے کےان سے ازالہ نجاستِ حقیقی پورے طور پرنہ ممکن ہے نہ جائز۔ ناپاک کپڑے، برتن وغیرہ کومٹی کے تیل، عرق گلاب، وغیرہ سے دھوکرنجاست دورکرلیں تو یہ چیزیں پاک ہوجائیں گی اسی طرح جسم کے کسی حصہ پر باہر سے اوپری گندگی، ناپاکی لگ جائے تواس کوبھی ان مائعات سے زائل کردیں تو جسم کا وہ حصہ پاک ہوجائے گا (اوراگراوپری نہ ہوجسم کے اندر سے نکلی ہوجیسے پیشاب، پاخانہ، خون، پیپ وغیرہ توچونکہ ان کے نکلنے سے جسم نجاست حکمیہ کے ساتھ ناپاک ہوجاتا ہے اورنجاست حکمیہ کے ازالے کے لئے صرف اس حصہ سے نجاست زائل کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ غسل یاوضو لازم ہوتا ہےاورغسل یاوضوکے لئے مطلق پانی جوکہ پاک ہو، ہوناضروری ہے مائعات سے غسل یاوضوصحیح نہیں ہوتااس لئے نجاست حکمیہ زائل نہ ہوگی، لہٰذا جن اعمال وعبادات کے لئے جسم کانجاست حکمیہ سے پاک ہوناضروری ہے آدمی وہ عبادات کرنے کے قابل نہ ہوگا)

مطلق پانی کی قسمیں

مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱)......طاہرمطہرغیرہ مکروہ (ایسا پانی جوخودبھی پاک ہواوردوسری چیزوں کوبھی پاک کرسکتا ہواوراس میں کوئی کراہت بھی نہ ہو) اسکاحکم یہ ہے کہ اس سے وضواورغسل (نجاستِ حقیقیہ کاازالہ بھی) بغیرکراہت کے درست ہے۔ پیچھے مطلق پانی کی جومثالیں دی ہیں یعنی دریا، سمندر، ندی، چشمہ، کنواں، بارش، برف، اولوں کا پانی یہ سب اسی قسم میں شامل ہیں (جب تک یہ ناپاک نہ ہوجائیں اوران پانیوں کے ناپاک ہونے میں مزید تفصیل ہے جوآگے ہم ذکرکریں گے)۔

(۲)......طاہرمطہرمکروہ (ایساپانی جوخودپاک ہے۔ پاک بھی کرسکتا ہےلیکن اس سے پاکی حاصل کرنے یااس کے استعمال میں کراہت ہوتی ہے بشرطیکہ قسم اول والا پانی موجود ہو (یعنی قسم اول والا پانی ہوتے ہوئے اس سے وضو، غسل وغیرہ مکروہ ہے) اوراگرقسم اول والا پانی نہ ہوتو پھراس کے استعمال میں کراہت نہیں (ایسے پانی کئی ہیں آگےان کاذکرآئے گا)۔

(۳)......طاہرغیرمطہر (ایسا پانی جوخود پاک ہےمگراس سے وضو یاغسل جائزنہیں) اوریہ مستعمل پانی ہےیعنی وضویاغسل کرتے ہوئے جواستعمال شدہ پانی اعضاءوضوءسے، جسم سے گرے کہ کسی برتن میں وضو

یا غسل کا استعمال شدہ پانی اعضاء سے بہہ بہہ کر جمع ہوتا رہا تو اگر جسم پر، اعضاء پر کوئی ظاہری ناپاکی نہ تھی تو بے وضو آدمی کا وضو یا جس پر غسل واجب تھا اس کا غسل یا محض ثواب کی نیت سے غسل یا وضو کیا ان تینوں صورتوں میں وضو یا غسل کا یہ استعمال شدہ پانی مستعمل کہلاتا ہے۔ اور یہ خود تو پاک ہوتا ہے (اسی وجہ سے وضو کے دوران یہ استعمال شدہ پانی جسم پر یا کپڑوں پر گرے تو جسم یا کپڑے ناپاک نہیں ہوتے) لیکن یہ پانی جمع کر کے کوئی دوبارہ اس سے وضو یا غسل کرنا چاہے (جس کو وضو اور غسل کی حاجت ہے) تو اس پانی سے پاکی حاصل نہ ہوگی، نجاست حکمیہ دور نہ ہوگی، وضو اور غسل صحیح نہ ہوگا (لہٰذا مستعمل پانی سے کئے ہوئے اس وضو یا غسل سے آدمی نماز پڑھنے، قرآن کو چھونے، طواف کرنے کے قابل نہ ہوگا اور نہ ہی جنبی وغیرہ کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز ہوگا)

(۴)......مشکوک پانی (ایسا پانی جو خود پاک ہے مگر اس کا مطہر یعنی پاک کرنے کے قابل ہونے میں شک ہے یقین نہیں یعنی ہوسکتا ہے اللہ کے نزدیک اس سے وضو یا غسل درست ہو اور ہوسکتا ہے درست نہ ہو غرضیکہ شک باقی رہے) اس لئے جب صرف ایسا مشکوک پانی ہو کوئی اور پانی نہ ہو تو اس وقت اس پانی سے وضو یا غسل کرنا بھی ضروری ہے اور ساتھ میں تیمّم کرنا بھی ضروری ہے، صرف اس پانی سے وضو یا غسل کرے گا یا صرف تیمّم کرے گا تو پاکی حاصل ہونے کا یقین نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا صرف ایک چیز کر کے نماز وغیرہ جائز نہ ہوگی دونوں چیزوں یعنی تیمّم اور اس پانی سے وضو یا غسل کو جمع کرے۔ اور یہ گدھے اور خچر کا جھوٹا پانی ہے (گدھے اور خچر کے جھوٹے پانی کے متعلق دلائل متعارض ہیں۔ کسی ایک جانب کے دلائل کی ترجیح کی کوئی وجہ نہیں مل سکی اس لئے گدھے اور خچر کے پانی کا مشکوک ہونا اب ہمیشہ باقی رہے گا)

(۵)......نجس پانی (ایسا مطلق پانی جو ناپاک ہے) اس سے نہ وضو و غسل جائز ہوتا ہے، نہ نجاست حقیقیہ کو دور کر کے چیز کو پاک کرسکتا ہے کیونکہ نجاست کا ازالہ پاک پانی سے ہوسکتا ہے جو پانی خود ناپاک ہے اس سے نجاست بڑھے گی نہ کہ زائل ہوگی۔

پانی کب نجس ہوتا ہے؟ اس کے لئے پانی کی قلیل و کثیر اور ٹھہرے ہوئے ہونے اور بہتے ہوئے ہونے کے اعتبار سے قسمیں بیان کی جاتی ہیں، کیونکہ ان مختلف قسموں کی نجاست کی مختلف حدود ہیں، آگے یہ اقسام اور ان میں نجاست متحقق ہونے کی حدود کا بیان ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(جاری ہے......)

Iqra Ghufran

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ (معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام: قسط۱۹) مفتی محمد امجد حسین

خریدی ہوئی چیز کا خریدار کے قبضہ وضمان میں آنے کے متعلق مسائل

بیع فاسد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بائع نے ایسی چیز بیچی، جو ابھی اس کے قبضہ اور ضمان میں نہیں آئی تھی، مثلاً اس نے چیز خریدی، اور ابھی اپنے قبضہ میں نہیں لائی کہ آگے بیچ دی، البتہ جو غیر منقولہ چیزیں ہیں، جیسے مکان، دوکان، پلاٹ، باغ، کنواں وغیرہ، ان میں چونکہ عام طور پر ضائع ہونے کا خطرہ نہیں ہوتا، اس لیے یہ سودا مکمل ہونے کے بعد خریدار کے ضمان میں آجاتی ہیں، پس وہ طبعی اور حسی قبضہ سے پہلے بھی اسے آگے فروخت کرسکتا ہے، اور کرایہ وغیرہ پر بھی دے سکتا ہے، باقی منقولہ چیزوں میں تو حسی قبضہ ضروری ہے، اس سے پہلے آگے تصرف نہیں کرسکتا۔

قبضہ کیا ہے؟

قبضہ سے مراد یہ ہے کہ بائع چیز خریدار کے حوالے کردے، یا ایسی صورت میں کردے کہ اس کی طرف سے خریدار کے علم میں لاکر عمل دَخَل ورُکاوٹ ختم ہوجائے، اور خریدار چیز کو اُٹھانا، قبضہ میں کرنا چاہے تو کرسکے، کوئی مانع حائل نہ ہو۔

قبضہ ثابت ہونے کی مختلف صورتیں

بیع وشراء ہوچکنے کے بعد مشتری (خریدار) کے ذیل کے تصرفات قبضہ کے حکم میں ہیں۔

(۱)......مبیعہ کو استعمال کرلیا **(۲)**......اُسے ضائع کردیا، عیب دار کردیا **(۳)**......خریدار نے بائع کو مبیعہ (خریدی ہوئی چیز) ڈالنے کے لیے برتن، تھیلا وغیرہ دیا، اور بائع نے اس میں ڈال لیا **(۴)**......مویشی، جانور خریدا، تو اپنے ساتھ چلنے کے لیے اُسے ہنکایا، اور کچھ دُور تک اُسے لے گیا، گاڑی خریدی تو بھی یہ صورت قبضہ کے لیے کافی ہے (کہ اسے کچھ دُور تک ڈرائیو کرلیا) **(۵)**......خریدار نے خود یا اس کے وکیل، نمائندہ نے چیز پہ قبضہ کرلیا (یعنی اپنے ہاتھ میں لے لیا) **(۶)**......خریدی ہوئی چیز تحفہ، ہدیہ میں دیدی، صدقہ کردی، رہن رکھوالی (یعنی اپنے ذاتی قبضہ میں لائے بغیر جس کو تحفہ، صدقہ کی، اُس نے خود اُٹھالی تو قبضہ ثابت ہوگیا) **(۷)**...... بائع نے خریدار کے حکم پر یہ مذکورہ تصرفات (صدقہ، ہبہ، وغیرہ) کیے یا امانت رکھوادی، یا کرایہ پر دیدی **(۸)**......خریدار کے حکم سے بائع نے مال خریدار کے گھر یا گودام

میں پہنچایا (۹)......خریدا ہوا مال خریدار نے بائع کے گودام میں ہی رکھ چھوڑا ہے، لیکن بائع کے مال سے الگ وممتاز، یا نشان زَد کر کے رکھا ہوا ہے تو قبضہ ثابت ہے۔

قبضہ پر مرتب ہونے والے احکام

ان مذکورہ صورتوں میں (یا ان کے علاوہ قبضہ کی کوئی اور معتبر صورت ہو) خریدار کا قبضہ شرعاً متحقق وثابت ہوکر چیز خریدار کے ضمان (Risk) میں آ جائے گی؛ لہٰذا اس کے بعد خریدار کے لیے اس چیز میں کوئی بھی تصرف کرنا، فروخت کرنا، کرایہ پر دینا جائز ہوگا، اور چیز ضائع ہوگئی تو خریدار کا ضیاع ہوگا (نہ کہ بائع کا)

جن صورتوں میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا

بیع مکمل ہو چکنے پر خریدار کے درج ذیل اقدامات قبضہ ثابت ہونے کے لیے کافی نہیں، ان افعال سے قبضہ ثابت نہ ہوگا۔

(۱)...... چیز (وصول کرنے کی بجائے) بائع کے پاس امانت رکھوادی (ایک دفعہ وصول کر کے اپنے ضمان میں لے آئے، پھر امانت رکھوا سکتا ہے، اور بائع کی کوتاہی کے بغیر اس امانت میں نقصان یا ضیاع ہوگا تو خریدار کا ہی نقصان ہوگا) (۲)...... بائع کو (وصول کیے بغیر) عاریت پر دیدی (یعنی بلاعوض استعمال کے لیے دیدی) (۳)...... بائع یا کسی اور کو (وصول کیے بغیر) کرائے پر دیدی (۴)...... بائع کو (وصول کیے بغیر) تحفہ میں دیدی، یا اس کے پاس رہن رکھدی۔ خریدار کے قبضہ سے پہلے اگر بائع اس فروخت کردہ چیز کو خود استعمال کر لے یا گروی رکھ دے یا کرایہ پر دیدے، یا امانت رکھوادے، اور خریدار نے اجازت نہیں دی، پھر وہ چیز ضائع ہوگئی تو سودا ختم ہو جائے گا (اگر خریدار نے قیمت ادا کر لی تھی تو واپس لے لے)

بیع کے مکروہ ہونے کی صورتیں

(۱)......کوئی آدمی چیز خرید رہا ہو، یا اُس کا سودا طے ہو چکا ہو؛ اُس کا سودا خراب کرنے کے لیے (یعنی خریدنا مقصود نہ ہو) بائع کو زیادہ قیمت کی پیشکش کرنا جائز نہیں۔

(۲)......منڈی وبازار میں کسی چیز کی قلت ہوگئی تو بیوپاری، تاجر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ باہر سے مال لانے والوں کا مال منڈی، بازار میں پہنچنے سے پہلے باہر باہر ہی خرید لے (کیونکہ ایسا کرنے والے ایک تو اجارہ داری بٹھا کر بلیک میلنگ کرتے ہیں، مہنگے، منہ بولے داموں بیچتے ہیں، اور جن سے خریدتے ہیں، ان کو بھی دھوکہ دے کر کم دام پر خریدتے ہیں، اگر وہ خود منڈی میں آ کر اوپن مارکیٹ کے تحت بیچتے تو عام

خریدار اور بیچنے والوں دونوں کا فائدہ ہوتا، اور مصنوعی مہنگائی نہ ہوتی، کسی کی اجارہ داری نہ قائم ہوتی)

(۳)...... جمعہ کے دن جمعہ کی پہلی اذان کے بعد سے جمعہ کی نماز ختم ہونے تک بیع مکروہ ہے۔

(۴)...... روزمرّہ ضروریات کی جو چیزیں کمیاب (شارٹ) ہوجائیں، ان کو زیادہ داموں پر بیچنے کے لالچ میں ذخیرہ اندوزی کر کے رکھ لینا (کہ قیمتیں خوب چڑھیں تو پھر بیچیں گے) مکروہ ہے۔

اگر نقد سودا ہو تو بائع پوری قیمت وصول ہونے تک چیز کو روک سکتا ہے۔

مکروہ بیع کا حکم

مکروہ بیع میں سودا مکمل ہونے پر خریدار چیز کا اور بائع قیمت کا مالک بن جاتا ہے، اور ملکیت بھی جائز ہی ہوتی ہے، لیکن بیع مکروہ کا گناہ ہوگا، اس پر توبہ کرنی چاہیے۔

اُدھار بیع

نقد کی طرح اُدھار بیع بھی جائز ہے، اور اس کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ قیمت کی ادائیگی کی تاریخ متعین کر کے بیان کی جائے، اگر تاریخ متعین نہیں کی یا ادائیگی ایسے واقعہ کے ساتھ معلق کردی جو مبہم ہے، یا اس کے وقوع، عدمِ وقوع دونوں کا احتمال ہے، جیسے جب نوکری ملے گی یا روپے ہاتھ آجائیں گے تو ادائیگی کردیں گے یا جب بارش ہوگی، ادائیگی کی جائے گی وغیرہ؛ تو ایسی صورت میں یہ اُدھار بیع فاسد ہوجائے گی۔ مدت میں ابہام کی وجہ سے بیع کا فساد موقوف رہتا ہے، اگر اس کی بعد میں اصلاح کرلے (مثلاً تاریخ واضح و متعین کرلے ادائیگی کی) یا قیمت ادا کردے تو فساد ختم ہوکر بیع صحیح ہوجائے گی۔

اُدھار بیع کی ایک صورت قسطوں پر فروخت کی بھی ہے، جو اس زمانے میں کافی رائج ہے، کہ متعینہ تاریخ پر بعد میں یکمشت ادائیگی جس طرح اُدھار کی ایک شکل ہے، ایسے ہی مقررہ عرصے میں قیمت متعینہ قسطوں کی شکل میں ادا کرنا بھی اُدھار ہی کی دوسری شکل ہے؛ لہٰذا قسطوں پر فروخت کرنا بھی جائز ہے، البتہ درجِ ذیل دو شرطیں ملحوظ رہیں۔

اوّل یہ کہ مجلسِ عقد میں ہی قسطوں کی شکل میں قیمت اور اس کی قسط وار ادائیگی کا عرصہ طے ہوجائے، یہ قیمت طے ہونے کے بعد پھر اس میں کمی بیشی نہ ہو، خواہ خریدار مقررہ وقت سے پہلے بھی قیمت پوری ادا کرلے۔

دوم یہ کہ قسط مؤخر ہونے پر جرمانہ یا چیز کی ضبطی نہ ہو (جاری ہے......)

بسلسلہ: حقوق الاسلام مولانا محمد ناصر

حقوق ادا کرنے کی اہمیت (قسط ۱)

دینِ اسلام میں مسلمانوں کے ذمے کچھ حقوق رکھے گئے ہیں، جنہیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور حقوق ادا کرنے میں غفلت برتنے سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (سورۃ النساء آیت نمبر ۵۸)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہلِ حقوق کو اُن کے حقوق (جو تمہارے ذمہ ہیں) پہنچادیا کرو (ترجمہ ختم)

اور حضور ﷺ نے بھی کئی احادیث میں حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اور اِن حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے پر فوت ہونے کے بعد آخرت میں ہونے والے عذاب اور سزا سے ڈرایا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ اِلٰی اَھْلِھَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُقْتَصَّ لِلشَّاةِ الْجَمَّاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ تَنْطَحُھَا (مسند احمد، حدیث نمبر ۹۰۶۲ واللفظ لہٗ؛ مسلم، باب تحریم الظلم، حدیث نمبر ۴۶۷۹؛ ترمذی، حدیث نمبر ۲۳۴۴؛ مسند أبو یعلی الموصلی، حدیث نمبر ۶۳۸۱ابن حبان، حدیث نمبر ۷۴۸۷؛ ابنِ حبان، حدیث نمبر ۷۴۸۷) [۱]

ترجمہ: قیامت کے دن حقوق والوں کے حقوق دِلوائے جائیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دِلایا جائے گا کہ وہ اُس کو سینگ مارے'' (ترجمہ ختم)

اس حدیث کے ذریعے مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ حقوق کا معاملہ ایسا نہیں کہ حق والے کا حق ادا کیے بغیر کوئی بچ سکے، بلکہ حق ادا نہ کرنے والے سے صاحبِ حق کو قیامت کے دن بدلہ دِلایا جائے گا، یہاں تک کہ جانور جو شریعت کے حکموں کے مکلّف نہیں، اُن سے بھی ایک دوسرے کے حقوق دِلوائے جائیں گے، تو انسان جو شریعت کے احکام کے مکلّف ہیں، وہ کیسے حقوق ادا کیے بغیر بچ جائیں گے۔

---

[۱] والغرض منہ إعلام العباد بأن الحقوق لاتضیع بل یقتص حق المظلوم من الظالم .... أن القضیة دالة بطریق المبالغة علی کمال العدالة بین کافة المکلفین فإنه إذا کان هذا حال الحیوانات الخارجة عن التکلیف فکیف بذوی العقول من الوضیع والشریف والقوی والضعیف (مرقاة، کتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الاول)

Idara Ghufran

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک لمبی حدیث میں یہ بھی فرمایا:

لاَ أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ، فَيَقُوْلُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَغِثْنِيْ، فَأَقُوْلُ لاَ أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ (مسلم، باب غلظ تحريم الغلول، حديث نمبر ۳۴۱۲ واللفظ لهٗ؛ بخاری، حديث نمبر ۲۸۴۴؛ مسند احمد، حديث نمبر ۹۱۳۹؛ مستخرج أبي عوانة، حديث نمبر ۵۷۱۴؛ مسند أبويعلى الموصلي، حديث نمبر ۵۹۶۴؛ ابنِ حبان، حديث نمبر ۴۹۳۸) [۱]

ترجمہ: میں تم میں سے کسی کو ہرگز بھی قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اُس کی گردن پر کسی کا کوئی چھوٹے سے کپڑے کے برابر بھی کوئی حق ہو، اور وہ سانس پھولا ہوا ہونے کی حالت میں آئے اور مجھ سے کہے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے! تو میں کہوں گا کہ میں تیرے فائدے کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا، میں نے تو (حق ادا کرنے کا حکم) پہنچادیا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ أَثَرَةٌ وَأُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا. قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذَالِكَ قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ (مسلم، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول، حديث نمبر ۳۴۳۰؛ بخاری، حديث نمبر ۳۳۳۵؛ مصنف ابن ابی شيبة، جزء ۸ صفحه ۶۱۵) [۲]

ترجمہ: بے شک عنقریب میرے بعد ایسے عجیب وغریب معاملات ہوں گے جنہیں تم ناپسند کروگے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے جو وہ (حالات) پائے تو آپ اُسے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ذمے جو حق ہے، اُسے ادا کرتے رہو، اور اپنے (حقوق کے) لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے رہو (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ جس زمانے میں لوگوں کی حق تلفی عام ہوجائے، اُس زمانے کے بارے میں حضور ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ اگرچہ کسی کو اُس کے حقوق نہ ملیں، لیکن اُسے چاہیے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کرتا رہے، اور اپنے حقوق حاصل ہونے اور ظالموں کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے؛ یہ نہیں کہ اگر کسی کو اپنے حقوق نہ ملیں تو وہ دوسروں کے حقوق بھی ضائع کرنا شروع کردے۔

---

[۱] رقاع: جمع رقعة وهي قطعة من جلد أو ورق يكتب عليه، أراد بالرِّقاع ماعليه من الحقوق المكتوبة في الرقاع (شعب الايمان للبيهقي، حديث نمبر ۴۱۶۱)

[۲] الأثرة والاستئثار: الانفراد بالشئ دون الآخرين (شعب الايمان للبيهقي، حديث نمبر ۷۲۶۲)

حضرت مغیرہ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنَعَ وَهَاتِ (بخاری، باب ماینهی عن اضاعة المال، حديث نمبر ۲۲۳۱؛ مسلم، حديث نمبر ۳۲۳۷؛ مسند احمد، حديث نمبر ۱۷۴۴۵)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا، اور بخل اور جو تمہارے ذمے (مالی، قولی، فعلی اور اخلاقی) حقوق ہیں، اُنہیں ادا نہ کرنے کو حرام کیا ہے (ترجمہ ختم) ۱

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ: إِنَّ اللهَ تَطَوَّلَ عَلَيْكُمْ فِي هٰذَا الْيَوْمِ، فَيَغْفِرُ لَكُمْ إِلَّا التَّبُعَاتِ فِيمَا بَيْنَكُمْ (مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۸۸۳۱) ۲

ترجمہ: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر اس دن میں بہت انعامات فرمائے ہیں، پس وہ تمہارے ایک دوسرے کے ذمے حقوق کے علاوہ سب بخش دے گا (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:

وَيْلٌ لِمَنْ اِسْتَطَالَ عَلٰى مُسْلِمٍ، وَانْتَقَصَ حَقَّهُ وَيْلٌ لَهُ، ثُمَّ وَيْلٌ لَهُ، ثُمَّ وَيْلٌ لَهُ

(شعب الايمان للبيهقي، حديث نمبر ۸۱۰؛ حلية الاولياء، جزء۷، در ذيل شعبه بن حجاج)

ترجمہ: ہلاکت ہے اُس شخص کے لیے جو مسلمان پر تکبر کرتا ہے اور اُس کے حق میں کوتاہی کرتا ہے، پھر ہلاکت ہے، پھر ہلاکت ہے، پھر ہلاکت ہے (ترجمہ ختم)

مندرجہ بالا قرآن مجید کی آیت اور احادیث سے مسلمانوں کو اُن کے ذمہ جتنے بھی حقوق ہیں، اُن سب حقوق

---

۱ وهات: المراد منع ماوجب من الحقوق وطلب ماليس بحق (شعب الايمان للبيهقي، حديث نمبر ۶۲۷۶، أخرجه مسلم فى الصحيح من وجه آخر)

وقيل نهى عن منع الواجب من أمواله وأقواله وأفعاله وأخلاقه من الحقوق اللازمة فيها ونهى عن استدعاء مما لا يجب عليهم من الحقوق وتكليفه إياهم بالقيام بما لايجب عليهم (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

۲ مجمع الزوائد، حديث نمبر ۵۵۶۸، وقال الهيثمي: رواه الطبراني فى الكبير وفيه راو لم يسم، وبقية رجاله رجال الصحيح، والتفصيل باستدلال من هذا الحديث فى المرقاة المفاتيح، كتاب المناسك، باب الوقوف بعرفة)

تطول: امتن وأنعم عليكم. التبعات: المراد الحقوق فيما بينكم (مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۸۸۳۱)

کے ادا کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ اور ہر انسان کے ذمّے کل تین طرح کے حقوق ہیں۔
ایک اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں؛ اور تمام انبیاء علیہم السلام اس پر متفق ہیں کہ انسان پر سب سے زیادہ حقوق اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ [۱]
دوسرے آپس میں انسانوں کے حقوق ہیں، تیسرے اپنے نفس کے حقوق ہیں (معارف القرآن ادریسی، جلد۲ صفحہ ۲۳۹، بتغیر) تینوں طرح کے حقوق ادا کرنا ہر انسان پر ضروری ہے۔
پھر انسانوں کے آپس کے حقوق میں سے بھی بعض دینی حقوق ہیں، اور بعض دنیا کے، پھر دنیاوی حقوق میں بعض حقوق رشتہ داروں کے ہیں، بعض حقوق اجنبی لوگوں کے ہیں، بعض حقوق خاص خاص لوگوں کے ہیں، بعض حقوق عام مسلمانوں کے ہیں، بعض حقوق اپنے سے بڑوں کے ہیں، بعض حقوق اپنے سے چھوٹوں کے ہیں اور بعض حقوق اپنے برابر کے لوگوں کے ہیں (حقوق الاسلام ص ۵)
پھر جس شخص کے جتنے تعلقات ہوں گے، اُتنے ہی حقوق ادا کرنا اُس پر زیادہ ہوتے چلے جائیں گے۔ [۲]
چنانچہ حضرت موسیٰ بن علی اپنے والد سے اور وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

إِذَا كَثُرَ الأخلاء كثر الغرماء، قلت لموسى: وما الغرماء؟ قال: الحقوق
(الأدب المفرد، حديث نمبر ۸۸۵)

ترجمہ: جب دوست زیادہ ہوں گے تو غرماء زیادہ ہوں گے (راوی حضرت یحییٰ بن ایوب کہتے ہیں کہ) میں نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ غرماء کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا حقوق ہیں (ترجمہ ختم)
معلوم ہوا کہ سب لوگوں کے ذمے ایک طرح ہی کے حقوق نہیں ہیں، بلکہ جس کے جتنے زیادہ تعلقات

---

[۱] وعظ مواساۃُ المصابین، جز۲، مشمولہ خطباتِ حکیم الامت بعنوان آدابِ انسانیت، جلد۱۹، صفحہ ۴۹۱۔

[۲] أن الناس لم يتساووا فى كثرة المودة وتأكيد الحقوق، فرب شخص له حق واحد وآخر له حقان وآخر له ثلاث حقوق إلى ما هو أكثر ذالک. ألا ترى أن الجار له حق الجوار ليس إلا إن كان ذميا، فإن كان مسلما كان له حقان، فإن كان صاحباً كان له ثلاثة حقوق، فإن كان صهرا كان له أربعة حقوق، فإن كان قريبا كان له خمسة حقوق، فإن كان صديقا صاحب سر كان له ستة حقوق، فإن كان صاحب رأى ونظر فى العواقب، ولايُخرَجُ عن رأيه ويُرجَعُ إليه كان له سبعة حقوق، فإن كان مشاركا فى مجلس علم كان له ثمانية حقوق، فإن كان مشاركا فى سبب من الأسباب كان له تسعة حقوق، فإن كان صالحا كان له عشرة حقوق، فإن كان عالماً كان له أحد عشر حقا، فإن كان يُدلى بقرابتين كان له اثنا عشر حقا إلى غير ذالک، وهو متعدِّدٌ كثير (المدخل لأبى عبدالله محمد بن محمد بن محمد العبدرى القبيلى الفاسى الدار، فصل فى القيام للناس فى المحافل والمجالس، جزء ۱ صفحه ۲۴۹)

ہیں، اُس پر اُتنے ہی زیادہ حقوق ہیں، اور جس کے تعلقات کم ہیں، اُس کے ذمے حقوق بھی کم ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنے دوست زیادہ ہوں گے، اُتنے ہی صاحبِ حقوق زیادہ ہوں گے۔ اور جس کے دوست اور تعلق دار کم ہوں گے، اُس کے ذمے حقوق بھی کم ہوں گے

غرضیکہ اسلام میں مسلمانوں سے جن حقوق کا مطالبہ کیا گیا ہے، اُن حقوق کے ادا کرنے پر ہی دنیا اور آخرت کی نجات موقوف ہے؛ لیکن ان حقوق کو تب ہی ادا کیا جاسکتا ہے جب ان حقوق کا علم ہوگا، اس لیے ہر مسلمان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اُسے اُن تمام حقوق کا علم ہو جنہیں ادا کرنا اُس کے ذمے ضروری ہے (جاری ہے)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

اصلاحِ نفس کے دو دستورُ العمل (قسط۳)

مؤرخہ ۲۵/ شعبان ۱۴۲۰ھ بمطابق 4 / دسمبر 1999ء بروز ہفتہ حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم نے ادارہ غفران ،راولپنڈی میں تشریف لاکر اصلاحی مجلس میں اپنے ملفوظات وارشادات سے لوگوں کو مستفید فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب سلمہٗ نے کیسٹ سے نقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ......)

مجاہدہ کی حقیقت

مجاہدہ کسے کہتے ہیں؟ **تو سُنیے!** مجاہدہ کا مطلب ہے، مشقت، تعب اور محنت کرنا اور مجاہدہ کی حقیقت ہے نفسانی خواہش کی مخالفت اور اس کے خلاف کرنا اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی دُشواریوں کا مقابلہ کرنا حضرت والا حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بھی نفس میں گناہ کا تقاضا ہو تو ہمت کر کے مقابلہ کرو، اور ہمت سے کام لو؛ اسی طرح اگر عبادت اور طاعت میں سستی پیدا ہو، تو بھی ہمت سے کام لو، اور اس کے خلاف کرو اور مجاہدہ کرو۔

بغیر مجاہدہ اور مشقت کے اللہ کی راہ میں عموماً کامیابی نہیں ہوتی، جبکہ ہر مؤمن کی خواہش ہے کہ وہ کامیاب ہو اور اُسے جنت ملے تو پھر کامیابی حاصل کرنے اور جنت کو پانے کے لیے مجاہدہ کرنا پڑے گا، اس لیے مجاہدہ ضروری ہے۔ جو اللہ کی راہ میں محنت، مشقت اور تعب اُٹھاتے ہیں، اُنہیں اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ عطا فرماتے ہیں۔ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ یہ مجاہدہ اور یہ محنت ومشقت دنیا کے لیے نہیں ہوتی کہ مثلاً راتوں کو دفتروں، فیکٹریوں اور کارخانوں اور دوسرے دنیا کے دھندوں سے فارغ ہو کر چلے آرہے ہیں، نہیں؛ بلکہ اللہ کے لیے جو اپنے آرام کو چھوڑتے ہیں جیسے سردی کی راتیں ہیں، پھر بھی تہجد کے لیے لحاف چھوڑ کر اُٹھ رہا ہے اور ٹھنڈے پانی سے اللہ کے لیے وضو کر رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے شریعت کے تقاضے پورے کر رہا ہے، اور نفس وشیطان کی طرف سے پیش آنے والی ناگوار باتوں کو برداشت کر رہا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا (سورة المزمل آیت نمبر ۶) ۱؎

مطلب یہ ہے کہ یہ رات کا اُٹھنا نفس کے اوپر بڑا شاق گزرتا ہے

نفس تو کہے گا کہ ابھی تو لیٹا رہوں! ابھی تو گھڑی کا الارم نہیں بجا ہے، میں نے الارم تو تین بجے کا لگایا ہے، تھوڑی دیر اور لیٹ جاؤں اس طرح نفس مزید سُلا تا رہتا ہے۔

چنانچہ ایک روایت چند دن ہوئے پڑھی ہے کہ جب بندۂ مؤمن عشاء کی نماز کے بعد سونے کی تیاری کرتا ہے اور لیٹ جاتا ہے، تو شیطان تو تاک میں ہر دَم ساتھ ہوتا ہے، وہ تو یہی چاہتا ہے کہ یہ پوری رات سوتا ہی پڑا رہے، تو وہ گُدّی یعنی گردن کے پچھلی طرف تین گرہیں لگاتا ہے۔

اگر صبح کو بندہ اللہ کا نام لے کر اور ہمت کر کے اُٹھ جاتا ہے اور کلمہ پڑھ لیتا ہے تو کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے ہی پہلی گرہ جو شیطان نے اس لیے لگائی تھی کہ یہ غافل ہوکر پڑا سوتا ہی رہے، وہ کُھل جاتی ہے۔

پھر ہمت کر کے جب بندہ اُٹھ گیا اور پھر جا کر وضو کیا تو وضو سے دوسری گرہ کُھل گئی، وضو بڑی خاص چیز ہے، ایک ساتھ انوار وارد ہونا شروع ہوجاتے ہیں، آپ سنت کے مطابق وضو کر کے دیکھیے، ساری سُستی، تساہل، اور کاہلی جاتی رہے گی، اور طبیعت بالکل تازہ اور ہشاش بشاش ہوجائے گی، تو اس طرح دوسری گرہ سے سب تساہل، کاہلی اور غفلت دور ہوجاتی ہے۔

پھر دو رکعت نفل پڑھ لی تو بس تیسری گرہ بھی کُھل گئی اور بندہ شیطانی ہتھکنڈوں سے صاف، شفاف اور بری ہوگیا۔ ۲؎

ایسے بندوں کے چہرے صبح کو نورانی نظر آتے ہیں؛ بقول شاعر:

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہ سکتا ہے پیشِ ذی شعور؟

۱؎ ترجمہ: ''بے شک رات کے اُٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور (دعا یا قراءت پر) بات خوب ٹھیک نکلتی ہے'' (ترجمہ از بیانُ القرآن)

۲؎ عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال يعقد الشيطان علی قافية رأس أحدكم إذا هو نام ثلاث عقد يضرب كل عقدة عليک ليل طويل فارقد فإن استيقظ فذكر الله انحلت عقدة فإن توضأ انحلت عقدة فإن صلی انحلت عقدة فأصبح نشيطا طيب النفس وإلا أصبح خبيث النفس كسلان (بخاری، كتاب الجمعة، باب عقد الشيطان علی قافية الرأس إذا لم يصل بالليل، حديث نمبر ۱۰۷۴)

ایسے اللہ والوں کے چہرے دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔

غرضیکہ مجاہدہ وہ ہے جو اللہ کے لیے ہو، دین کے لیے ہو، دنیا اور نفس وشیطان کے لیے نہ ہو۔

مجاہدہ کی قسمیں

اور مجاہدہ کی مشائخ نے دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک مجاہدۂ جسمانی یعنی بدن کا مجاہدہ۔

اور دوسرا مجاہدۂ نفسی، یعنی باطن، روح اور اخلاق کا مجاہدہ۔

حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ نے ان دونوں قسموں کا نام بالترتیب مجاہدۂ اجمالی اور مجاہدۂ تفصیلی لکھا ہے۔

مجاہدہ کی پہلی قسم: بدنی مجاہدہ

جسم اور بدن کے متعلق چار مجاہدے ہیں، نمبر۱: تقلیلِ طعام یعنی کم کھانا پینا؛ نمبر۲: تقلیلِ منام یعنی کم سونا؛ اور نمبر۳: تقلیلِ کلام یعنی کم بولنا اور نمبر۴: تقلیلِ اختلاط مع الانام یعنی لوگوں سے کم ملنا جلنا۔

دراصل پُرانے دَور کے صوفیائے کرام مذکورہ چاروں چیزیں ایک حد تک چُھڑوا کر اور ان کا ترک کرا کے مجاہدہ کراتے تھے، لیکن ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مجددِ وقت تھے، اُنہوں نے ترک کو تقلیل سے بدل دیا اور فرمایا کہ ترک نہیں کرو بلکہ تقلیل کرو، اور اگر دیکھا جائے تو تقلیل میں زیادہ مجاہدہ ہے۔

مثال کے طور پر بھوک لگ رہی ہو اور روٹی سالن رکھ دیا جائے، اب دو روٹی کی خوراک ہو، لیکن ایک روٹی کے بعد نفس سے کہو کہ بس اب دوسری نہیں کھاؤں گا، کھانا کم کردو، یہ کم کرنا زیادہ مجاہدہ ہے۔ مشائخِ کاملین اور بزرگوں نے بڑے مجاہدے کرائے ہیں، اب تو کچھ بھی نہیں رہا، ہمارے بزرگوں نے مجاہدوں کو بڑا سہل کردیا۔ مثال کے طور پر ذکر کو لے لیجیے، کہ ذکر کی تعداد پہلے ستر ہزار ہوتی تھی، اب کوئی کرسکتا ہے؟ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تخفیف کردی اور فرمایا کہ اب ہمارے اعضاء اور قویٰ ایسے نہیں رہے، ان میں ضعف ہوگیا ہے، ہماری وہ غذا نہیں رہی جو پہلوں کی تھی، اب کم سے کم ضرور چھ گھنٹے سویا کرو، تاکہ دماغ کے اوپر ذکر سے خشکی نہ آجائے، خوراک اور کھانا بھی ترک نہ کرو، بلکہ کچھ کم کردو، جس سے بدن کی ضرورت پوری ہوتی رہے، اور کمزوری واقع نہ ہو؛ یہ مجاہدۂ بدنی کہلاتا ہے۔

رمضان مکمل مجاہدے کا ذریعہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ چاروں قلتیں رمضان میں حاصل ہوجاتی ہیں، اس لیے رمضان میں ان چاروں مجاہدوں پر بآسانی عمل کرکے بدنی مجاہدہ مکمل کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ روزہ کی صورت درحقیقت تقلیلِ طعام ''کھانا کم کرنا'' ہے، اور پھر روزہ میں ایک اور لطیف مجاہدہ ہے کہ کھانے پینے کے اوقات بدل دیے گئے، رات کے کھانے کے بجائے رات کے چار بجے یعنی سحری کے وقت کھاؤ، اور شام ہوئی آفتاب غروب ہوا تو کھالو، اور بعض لوگ رات کو نو دس بجے کھانا کھاتے ہیں، ان کھانے کے اوقات تبدیل کرانے میں بھی ایک مشقت ہے۔

اسی طرح رمضان میں تراویح کی صورت میں رات کو جو قیام ہوتا ہے، اُس میں تقلیلِ نوم ''نیند کم کرنا'' ہے اور پھر رمضان المبارک میں زیادہ ملنے ملانے کا وقت نہیں ہوتا، اسی طرح زیادہ گفتگو سے عموماً بندے بچے رہتے ہیں، تو اگر رمضان المبارک میں کم بولنے اور کم ملنے جُلنے پر بھی عمل کرلیا جائے تو اس طرح بدنی مجاہدہ مکمل ہوجاتا ہے۔

مجاہدہ کی دوسری قسم: نفسی مجاہدہ

مجاہدہ کی دوسری قسم مجاہدۂ نفسی ہے، اس سے مراد ہے کہ ہمارے اندر جو نفس کے رذائل ہیں، اُن کی اصلاح کریں، اور اُن رذائل کو مبدل بفضائل کریں، یعنی فضائل سے بدلیں اور حسنات حاصل کریں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو رذائل کو مہلکات یعنی ہلاک کرنے کی چیزیں اور فضائل کو منجیات یعنی نجات کے ذرائع فرمایا ہے، مثلاً صبر، شکر، توبہ، رضا، صدق، اخلاص، یہ سارے فضائل اور بڑی اچھی اچھی صفات ہیں، ان کو حاصل کرنا، اور رمضان المبارک تو صبر اور دوسروں سے ہمدردی کرنے کا مہینہ ہے، اس کے ذریعہ سے یہ روحانی فضائل بھی حاصل ہوتے ہیں۔

ان کے برخلاف حسد، تکبر، کبر، عجب، ہوس، حرص، حبِ مال، حبِ جاہ، غصہ، غیبت یہ سارے رذائل ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا رذیل شخص ہے، تو یہ رذیل، اسی رذیلے سے نکلا ہے، یعنی کمینہ پَن تو یہ کمینے پَن کی چیزیں ہیں، ان رذائل کی اصلاح کرانے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔

اصل میں اصلاح کا معنیٰ ہے علاج، تو جیسے جسمانی معالج ہوتے ہیں اور ہم حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے جاتے ہیں۔

ایسے ہی روحانی معالج بھی ہوتے ہیں، جن سے روحانی امراض کا علاج کرایا جاتا ہے، روحانی امراض کا بھی معالجہ ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ سب سے آخر میں قلب سے جو رذیلہ نکلتا ہے وہ کبر یعنی بڑائی کا ہے دیکھ لیجیے! کبر کے نتیجے کیا ہو رہے ہیں؟ اور یہ کبر اور تکبر دراصل جڑ ہے دوسری روحانی بیماریوں کی، اور باقی

رذائل اس کی شاخیں ہیں، مثلاً عجب یعنی خود پسندی، حبِ جاہ اور حبِ مال؛ اور ان رذائل کی جب اصلاح ہوتی ہے، رگڑائی ہوتی ہے، مجاہدہ ہوتا ہے، تب جا کر ان سے نجات ملتی ہے۔

ساری زندگی مجاہدہ کی ضرورت

آخر وقت تک ہمیں اپنی اصلاح کی فکر کرنی ہے، کیونکہ نفس ہمارے ساتھ لگا رہے گا اس کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اندریں رہ می تراش و می خراش　　تادمِ آخر دمِ فارغ مباش

تادمِ آخر دمے آخر بود　　کہ عنایت باتو صاحب سر بود [۱]

اور بقول خواجہ صاحب کے:

نہ چت کر سکے جو نفس کے پہلوان کو　　تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی　　کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

ساری عمر دونوں طرف سے یہی معاملہ رہے گا، محنت بھی رہے گی، اور نفس و شیطان سے مقابلہ بھی رہے گا۔ یہ ہماری نظر، یہ زبان، یہ کان، یہی اعضاء معصیت اور گناہ بن جاتے ہیں اور ان کو اگر صحیح محل میں استعمال کریں، ان کی اصلاح کریں تو یہ سرچشمۂ عبادت وطاعت ہیں۔

بقول مولانا روم کے:

چشم بند و گوش بند و لب بند　　تا نہ بینی نورِ حق بر مَن بخند

گناہوں سے آنکھوں کو بھی بند کرلو، کانوں کو بھی بند کرلو اور زبان کو بھی بند کرلو۔

ہم غیر محرم عورت پر نظر ڈالتے ہیں، دوسروں پر حسد کی نگاہ ڈالتے ہیں، بدنگاہی یہی نہیں ہے کہ شہوت سے کسی امرَد یا عورت کو دیکھ لیا، بلکہ کسی سے حسد کرنا بھی بدنظری ہے۔

حضور ﷺ کی روایت ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسے جلا دیتا ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ [۲]

حسد ایسا بُرا رذیلہ ہے۔ اسی طرح سے اور اعضاء کا معاملہ ہے۔

---

[۱] ترجمہ: ''راہِ سلوک میں نشیب و فراز بہت ہیں، لہٰذا آخر دم تک ایک لمحہ کے لیے بھی غافل مت ہو، آخر کار ایک لمحہ ایسا ہوگا کہ تم پر حق تعالیٰ کی عنایت ہو ہی جائے گی''

[۲] ان الحسد لیأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب (مصنف ابنِ ابی شیبة جزء ٦ صفحه ٢٥١)

دیکھ کر تلاوت کرنا تجلیاتِ الٰہی کے انجذاب کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اعضاء کو نیکی کے کاموں میں استعمال کرو، جیسے آنکھوں سے قرآن شریف دیکھو، قرآن شریف کے نقوش کو دیکھو۔

ایک بزرگ حافظوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے وہ حفظ بھی کریں مگر روزانہ کوئی تلاوت ناظرہ بھی کریں۔ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم ماشاءاللہ حافظ ہیں قاری ہیں۔ [1]

لیکن جب ہمارے یہاں آتے ہیں تو میں نے دیکھا ہے کہ وہ جماعت سے پہلے قرآن شریف کھول کر رَحل پر رکھ کر کم سے کم کچھ رکوع یا نصف پارہ تلاوت کرتے ہیں، پھر فجر کی نماز کے بعد مسجد میں بیان ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ دیکھ کر قرآن شریف پڑھنے سے بدن کے چار اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی تجلی کا انجذاب ہوتا ہے:

نظر ان نقوش پر ہے جن پر اللہ کی تجلی ہے، زبان اللہ کے کلام کو ادا کر رہی ہے اور اللہ کے کلام سے منور ہو رہی ہے، ملذّ ذ ہو رہی ہے، یعنی زبان کو لذّت حاصل ہو رہی ہے، اور کان اللہ کے کلام کی سماعت کر رہے ہیں، اور کان میں اللہ کے کلام کی سماعت سے اللہ کی تجلی کے انوار آ رہے ہیں، اور قلب یعنی دل بھی اللہ کی تجلی کو جذب کر رہا ہے، تو چاروں اعضاء زبان، کان، نظر اور قلب یہ چار خاص اعضاء ہیں، یہ سارے اللہ کے کلام کی تجلیات سے منور اور مصفیٰ اور مجلّٰی ہو رہے ہیں۔

نظر ڈالو تو قرآن شریف پر ڈالو، نظر ڈالو تو بیتُ اللہ شریف پر ڈالو، نظر ڈالو تو اپنے والدین کو شفقت سے دیکھو اس سے ایک حج کا ثواب حاصل ہوتا ہے؛ [2] غرضیکہ نظر کو اچھے کاموں میں استعمال کرو۔ بہرحال نفس کی اصلاح کا ایک دستورُ العمل حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ ملفوظ میں بیان فرما دیا ہے (جاری ہے)

---

[1] اب حضرت مولانا ابرارُ الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ انتقال فرما چکے ہیں، اللہ تعالیٰ درجات بُلند فرمائیں۔ آمین۔

[2] شعب الایمان للبیهقی حدیث نمبر ۷۲۱۱

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

اکابر کی موجودگی میں اصاغر کے علمی و تحقیقی کام کی حیثیت

آج کل ہمارے علمی ماحول میں عام طور پر کچھ اس طرح کا مزاج بن گیا ہے کہ جب بھی کسی علمی و تحقیقی کام کی ضرورت پیش آتی ہے تو جب تک اکابر کی طرف سے کوئی تحقیق سامنے نہ آجائے، اس وقت تک کسی مسئلہ پر تحقیق اور غوروفکر کرنے کی جرأت نہیں کی جاتی۔

یا تو اس وجہ سے کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کام اکابر کے ہی لائق ہے، اور اصاغر کو اس پر کچھ لب کُشائی اور قلم آزمائی کرنا گستاخی یا کم از کم بڑی بے باکی ہے۔

یا پھر اس وجہ سے کہ ہر تحقیقی کام کو اکابر کی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے، اور خود سے کسی علمی و تحقیقی کام میں مشغولی کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھا جاتا، اور اگر اکابر کی موجودگی میں کبھی اَصاغر کی کسی علمی تحقیق کا انکشاف بھی ہوتا ہے، تو صرف اصاغر کی طرف اس مضمون کی نسبت کا علم ہوجانے سے ہی اس کو غیر معتبر و غیر مستند اور اس سے بڑھ کر بعض اوقات مَردود خیال کیا جاتا ہے۔

اور اس صورتِ حال کے تناظُر میں اکثر و بیشتر بہت سے علمی و تحقیقی کاموں کی سالہا سال گزرنے کے باوجود کسی فیصلہ و نتیجہ کُن موقف کو اختیار کرنے کی نوبت نہیں آتی۔

ہمارے خیال میں اس صورتِ حال کی اصلاح کی ضرورت ہے۔اوّلاً تو عمومی سطح پر اکابر و اصاغر کے درمیان کسی حدِّ فاصِل اور معیار کو متعین کرنا آسان کام نہیں، کیونکہ علمی و تحقیقی حوالہ سے مدار عمر کی زیادتی پر تو نہیں رکھا جاسکتا، اور علم و علماء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ موجود ہے کہ: وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (سورة یوسف آیة نمبر ۷۶) یعنی ''ہر علم والے کے اوپر اس سے زیادہ علم والا موجود ہے'' [۱]

خصوصاً جبکہ فضا بھی اس قسم کی بنی ہوئی ہو، کہ مختلف طبقات نے اکابر و اصاغر کے مفہوم و مصداق بھی اپنے اپنے طور پر اختیار کر رکھے ہوں، کہ ہر مخصوص طبقہ کی طرف سے اپنے ادارہ یا سلسلہ کی کسی مرکزی اور کلیدی عہدہ کی شخصیت یا اپنے حلقہ کی مشہور شخصیت، یا پھر اپنے ذاتی اعتقاد و اعتماد کی بنیاد پر کسی شخصیت کو اکابر اور

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں ہم نے علم کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے، بڑے سے بڑے عالم کے مقابلہ میں کوئی اس سے زیادہ علم رکھنے والا ہوتا ہے، اور اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ پوری مخلوقات میں کوئی اس سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو پھر رب العزت جل شانہٗ کا علم تو سب سے بالاتر ہی ہے (کذافی معارف القرآن ج ۵ ص ۱۱۸)

اس کے مقابلہ میں دوسروں کو اَصاغر کا درجہ دیا جاتا ہو، تو مجموعی طور پر اکابر واصاغر کی تعیین ایک دُشوار ترین مرحلہ اور ایک لاینحل مسئلہ ہے۔

اور اگر کسی طرح سے تعیین ہو بھی جائے، تب بھی بعض حضرات کو اکابر اور بعض کو اَصاغر تسلیم کر لینے کے بعد بھی ضروری نہیں کہ اصاغر کی ہر تحقیق خطا اور اکابر کی ہر تحقیق صواب ہوا کرے، کیونکہ اس سے تو اَکابر کا معصوم عن الخطاء ہونا لازم آتا ہے، جو کہ صحیح نہیں۔

دوسرے خیرُ القرون کے دَور سے لے کر آج تک کے بے شمار واقعات اور علمی و تحقیقی سلسلہ خود اس اُصول کے خلاف نہ صرف شاہدِ عدل ہیں، بلکہ ہم تک سلسلہ بہ سلسلہ دین پہنچنے کا مضبوط ذریعہ ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اہم بات یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں تحقیق کا مدار دلائل پر ہوا کرتا ہے، نہ کہ شخصیتِ محض پر؛ لہٰذا جس طرح اس بات کا امکان ہے اور یہ امکان زیادہ ہے کہ اکابر کے دلائل قوی ہوں، اسی طرح یہ امکان بھی موجود ہے، اگرچہ وہ کم درجہ میں ہی کیوں نہ ہو کہ اَصاغر کے دلائل قوی ہوں۔

بعض اوقات بڑوں سے وہ چیز مخفی رہ جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ چھوٹوں پر ظاہر فرما دیتے ہیں۔

اور ان سب چیزوں سے تھوڑی دیر کے لیے قطع نظر کر کے عملی طور پر یہ بات ممکن بھی نہیں ہے کہ چند شخصیات کو اکابر کا درجہ دے کر ہر علمی و تحقیقی مسئلہ کو ان کی ذمہ داری سمجھ کر سارا بوجھ اُن پر ڈال دیا جائے، کیونکہ اس کا نتیجہ اہمالِ محض کے سوا شاید کچھ بھی نہ ہو۔

لہٰذا ان معروضات کی روشنی میں ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اکابر واَصاغر کے عنوان سے علمی و تحقیقی معاملات کو اَکابر کی ذمہ داری یا صرف اُن کی شان سمجھ لینا اور اَصاغر کی حوصلہ افزائی کے بجائے ان کی لب کشائی کو گستاخی یا بے باکی وغیرہ قرار دینے یا سمجھنے کی مروّجہ روِش درست نہیں۔ واللہ اعلم

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۸)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

---

(۲)......حضرت چچامیاں صاحب رحمہ اللہ

میرے ایک استاد حضرت مولانا سمیع اللہ خان صاحب تھے، جو ''**چچا میاں صاحب**'' کے نام سے معروف تھے، کیونکہ آپ حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے، اور حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ متوسلین وخدام کے لئے والد صاحب کی جگہ تھے، آپ کے چھوٹے بھائی چچا صاحب کی جگہ ہوئے، حضرت چچا میاں رحمہ اللہ کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے بھی شرف تلمذ حاصل رہا۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء کی فہرست میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی اور یہاں سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔ آپ کے ہم درس مصاحبین میں خاص طور سے حضرت مولانا شمس الحسن صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ ایک طویل عرصہ سے بیمار چلے آ رہے تھے۔

حضرت چچا میاں صاحب کے چھوٹے فرزند ارجمند ''جناب مولانا وصی اللہ صاحب عرف آرزو میاں صاحب مدظلہ'' کا احقر کو خط موصول ہوا تھا۔ جو چھ ستمبر ۹۴ء کا لکھا ہوا تھا جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ:

''جناب والد صاحب کی تقریباً پندرہ یوم سے پھر کافی طبیعت خراب چل رہی ہے اور سہارنپور ہسپتال میں داخل ہیں آج چھ دن ہوگئے ہیں ابھی کوئی خاص افاقہ نہیں ہے ''فقط''۔

اور پھر اطلاع ملی کہ ۲۴/ستمبر کو حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ دارفانی سے کوچ بھی فرما گئے گویا کہ یہ خط تحریر کرنے کے بعد صرف سترہ دن تک حضرت چچا میاں صاحب، حیات رہے اور اس کے بعد دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ ؎

موت کیا ہے تجھے سمجھاؤں کیا ایک مسافر تھا کہ رستے میں نیند آ گئی

Idara Ghufran

حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ نے ایک عرصۂ دراز تک مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں اور اخیر وقت تک اس للّٰہی خدمت سے وفاداری کا ثبوت پیش کیا۔

مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد صفی اللہ خان صاحب مدظلہٗ ''عرف بھائی جان صاحب'' (فرزندار جمند حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ) کی غیر موجودگی میں عموماً مدرسہ ودار الاہتمام کے انتظامی امور کی ذمہ داری' حضرت چچا میاں صاحب ہی انجام دیا کرتے تھے۔ اور مطبخ کی انتظامی خدمات بھی ایک عرصہ تک حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ کے سپرد رہیں۔

آپ کی رہائش گاہ حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کے دولت خانہ سے متصل مغرب کی جانب واقع تھی۔

آپ ایک متبحر عالم اور متقی و پرہیزگار شخصیت کے مالک اور متصلب دیندار تھے۔

آپ کا رنگ اگرچہ حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ سے کچھ مختلف تھا لیکن اس کے باوجود آپ میں حضرت مسیح الامت کی گونا گوں شباہت جھلکتی تھی۔ آپ ہمیشہ سفید لباس کرتہ پائجامہ اور جاکٹ استعمال فرماتے تھے اور پانچ کلی ٹوپی پہنا کرتے تھے سردیوں میں صدری موزے اور سر پر رومال پہنتے تھے اور چادر بھی اوڑھا کرتے تھے، ہاتھ میں بید بھی رکھتے تھے اور جیبی گھڑی استعمال فرماتے تھے آپ عمر میں حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ سے قدرے چھوٹے تھے۔ مگر آپ کا مزاج حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کے مقابلہ میں کچھ تیز تھا۔

ایک مرتبہ دوپہر کے وقت خود حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ نے خلوت میں ارشاد فرمایا (جو احقر نے اسی وقت تحریر کرلیا تھا اور بعد میں حضرت والا کو دکھا بھی دیا تھا) ''بچپن کے زمانہ میں جب ہم (دونوں بھائی) اردو وغیرہ پڑھا کرتے تھے تو دوپہر کا کھانا پڑھ کر آتے ہی گیارہ ساڑھے گیارہ بجے جلدی کھالیا کرتے تھے گرمی ہو یا سردی، گرمیوں میں ظہر کے بعد ستو پیا کرتے تھے اور اس کے بعد پھر پڑھنے چلے جاتے تھے، میرے چھوٹے بھائی (حضرت چچا میاں صاحب) ظہر کے بعد ایک روٹی کھایا کرتے تھے، ایک روٹی ظہر کے بعد ان کو ضرور چاہئے تھی، اگر کسی وجہ سے نہیں ہوتی تھی تو بس بگڑ جاتے تھے، اسی وجہ سے ان کے لئے ایک چپاتی پہلے سے علیحدہ نکال کر رکھ دی جایا کرتی تھی، تاکہ استعمال میں نہ آئے، ان کے لئے بچی رہے، غرض چھوٹے بھائی بڑے تیز مزاج تھے اور ان کے بالمقابل احقر نہایت نرم

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت اس چمن کی
اے ذوق! اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

شاید یہ وجہ ہو کہ ہمارے والد صاحب اور تایا صاحب یہ بھی دو بھائی تھے ایک بڑے ہمارے تایا

صاحب رحمہ اللہ وہ تو نہایت نرم مزاج حلیم الطبع تھے اور والد صاحب نہایت تیز مزاج، اسی لئے گاؤں میں جب کوئی جھگڑا وغیرہ ہو جایا کرتا تھا تو گاؤں کے رئیس والد صاحب کے پاس آتے تھے کہ جناب گاؤں والے بگڑ رہے ہیں ان کو سنبھالئے پھر والد صاحب رحمہ اللہ تشریف لے جاتے تھے اسی طرح شادیوں میں بھی ذمہ دار کا کام والد صاحب کے سپرد ہوتا تھا۔

غرض والد صاحب رحمہ اللہ کا گاؤں میں بہت رعب اور دبدبہ تھا تو، میں کہہ رہا تھا کہ شاید یہ وجہ ہو کہ میرا مزاج تو تایا صاحب پر گیا کیونکہ وہ بھی نہایت نرم تھے اور چھوٹے بھائی صاحب (چچا میاں رحمہ اللہ) کا مزاج والد صاحب پر گیا یہ تو ددھیال کا حال تھا، ہمارے ننھیال میں سے بھی ہمارے ماموں جان بڑے نیک تھے اخیر عمر تک تہجد نہیں چھوٹی اور کمال کی بات یہ تھی کہ گرمی ہو یا سردی یا بارش اور برسات ہو تہجد مسجد میں جا کر ادا فرماتے تھے۔

حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ کا رعب بھی امتیازی تھا مدرسہ کے جملہ طلبہ و اراکین حضرت چچا میاں صاحب سے بہت ڈرتے اور خائف رہتے تھے۔

حضرت چچا میاں صاحب زمانہ صحت میں (احقر کے زمانہ طالب علمی سے پہلے) پھٹا بانس ہاتھ میں لے کر صبح سویرے اور رات کو نگرانی کے لئے مدرسہ تشریف لاتے تھے اس پھٹے بانس کی آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی اور پورے مدرسہ میں ہلچل مچ جاتی تھی (اپنا یہ واقعہ خود حضرت چچا میاں صاحب نے دوران درس متعدد مرتبہ سنایا)

حضرت چچا میاں کو احقر نے ابتدائے ہوش سے علیل دیکھا ہے کھانسی تو مسلسل رہتی تھی اور کمزوری میں بھی روز بروز ترقی ہی تھی۔ ابتداء میں احقر نے حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ کو مدرسہ سبق پڑھانے کے لئے صرف بید لے کر آتا ہوا دیکھا۔ پھر ایک مدت تک کسی کے سہارے سے ہاتھ پکڑ کر مدرسہ تشریف لاتے تھے۔ جب ضعف زیادہ ہو گیا تو ایک شخص سائیکل رکشہ سے لاتے لے جاتے تھے۔

حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ کو درس و تدریس پر ملکہ حاصل تھا اور محاوری ترجمہ تو گویا بدیہی از بر ہو چکا تھا، الحمد للہ تعالیٰ احقر نے حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ سے ترجمہ قرآن مجید نصف اول، قدوری اور فصول اکبری وغیرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

دوران سبق کبھی کبھی طلبہ سے تفریح طبع بھی فرماتے تھے احقر کو حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ محبت سے ''کن پکڑی'' کہا کرتے تھے۔ ایک ہمارے ہم سبق ساتھی تھے جن کا نام محمد افضال تھا ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی قریبی گاؤں کے رہنے والے تھے ان کو حضرت چچا میاں صاحب اکثر جمعرات میں گھر جانے کی

تلقین فرماتے تھے اور ہفتہ کی صبح ان کے گھر سے واپس آنے پر دریافت فرماتے کہ سناؤ ماسٹرنی سے کیا سبق پڑھ کر آئے؟ حضرت چچا میاں رحمہ اللہ اکثر یہ بھی فرماتے تھے کہ:

ماسٹرنی (بیوی) ایک رات میں طالب علم کو ایسا سبق پڑھا دیتی ہے جو مدرسہ میں آٹھ دس سال بھی پڑھ کر اثر نہ لیا ہو۔

جب طلبہ پر کوئی سخت مواخذہ فرماتے تو سبق ختم ہونے کے بعد خود ہی فرما دیتے تھے کہ کل تک سب معاف، آگے کی خبر نہیں۔ حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ کے تعویذ اور دم و دعاء میں بھی بڑی تاثیر تھی لوگ دور دور سے اس غرض کیلئے حضرت موصوف کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

آپ کو حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ سے والہانہ محبت تھی اور آپ کا ادب بھی بہت فرماتے تھے حضرت مسیح الامت کو بھی آپ سے بڑی محبت و شفقت تھی تقریباً ہر روز حضرت چچا میاں صاحب حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کے پاس تشریف لاتے تھے اور عموماً سلام و مزاج پرسی وغیرہ کر کے خاموش بیٹھ رہتے تھے اور حضرت مسیح الامت ڈاک لکھنے میں مشغول رہتے تھے۔

جب حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوتی اور حضرت والا کے پاس چل کر آنے کے قابل نہ ہوتے تو حضرت مسیح الامت پیرانہ سالی میں (چچا میاں صاحب کے پاس) خود مزاج پرسی کے لئے تشریف لے جاتے مگر جانے سے قبل اطلاع دے دیا کرتے تھے اور دکھوا لیا کرتے تھے کہ کسی مشغولیت میں تو نہیں یا آرام تو نہیں فرما رہے (احقر بھی ایک دو مرتبہ اس ضرورت کے لئے گیا)

جب حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ آخری وقت میں زیادہ بیمار ہو گئے زیادہ چلنے سے قاصر تھے ادھر حضرت چچا میاں صاحب رحمہ اللہ بھی علیل تھے ملاقات کو کئی کئی روز ہو جاتے مگر حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ عموماً ہر روز حضرت چچا میاں صاحب کے فرزند صغیر جناب آرزو میاں صاحب سے جو ہر روز حضرت والد صاحب کے پاس سے تشریف لاتے چچا میاں صاحب کی طبیعت دریافت فرماتے اور صحت کی دعا فرماتے تھے سبحان اللہ! اللہ والوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ جو ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہوئے بھی مستقل حقوق کی ادائیگی اور ایک دوسرے سے غیر معمولی للّٰہی محبت رکھتی ہیں۔ آپ کا انتقال ۲۴/ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز ہفتہ ہوا۔

دعاء ہے کہ اللہ جل شانہ حضرت چچا میاں رحمہ اللہ کو اپنا قرب خاص نصیب فرماویں اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں، آمین ثم آمین۔

تذکرۂ اولیاء امتیاز احمد

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ (پہلی قسط)

(نوٹ) پچھلے شمارے میں حضرت خواجہ شریف زندنی اور خواجہ عثمان ہارونی رحمہما اللہ کا ذکر گزرا، ان کے بعد حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ کا ذکر ہونا چاہیے لیکن ان کے حالات وواقعات تفصیل سے، پہلے شائع ہو چکے ہیں

نام ونسب

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ قصبہ اوش میں پیدا ہوئے، یہ قصبہ ماوراء النہر میں اندجان کے جنوب مشرق میں واقع ہے، بختیار نام، اور قطب الدین لقب تھا، عرفِ عام میں خواجہ کاکی کہلاتے تھے، سلسلۂ نسب حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے ''قطب الدین بختیار اوشی بن سیّد کمال الدین احمد بن سیّد موسیٰ بن سیّد اسحاق حسن بن سیّد معروف بن سیّد احمد حسنی بن سیّد رضی الدین ابن حسام الدین بن سیّد رشید الدین بن سیّد جعفر بن سیّد تقی الجود بن علی موسیٰ رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

سنِ پیدائش

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ کی پیدائش اس زمانے میں ہوئی، کہ جس زمانے میں سلسلہ چشتیہ کے سرخیل اور ہندوستان کی سرزمین کو علم وعمل وتقویٰ سے سیراب کرنے والے حضرت خواجہ شیخ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ کا دَور دَورا تھا، راجح قول کے مطابق ۵۸۲ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی، ولادت اگرچہ آدھی رات کو ہوئی تھی لیکن انوار کی کثرت نے دیکھنے والوں پر دن کا شبہ کر دیا تھا۔

تعلیم وتربیت

آپ بچپن ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہوگئے تھے جس وقت آپ کے والد محترم سیّد کمال الدین احمد ابن سیّد موسیٰ کا انتقال ہوا، آپ کی عمر ڈیڑھ سال تھی، والدہ ماجدہ نے تعلیم وتربیت کا فرض انجام دیا، جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی، آپ کی والدہ محترمہ نے معلّم یعنی استاد کے حوالہ کرنے کے لئے ہمسایہ کے

Idara Ghufran

ساتھ آپ کو بھیجا۔ راستہ میں ایک بزرگ ملے، انھوں نے دریافت کیا کہ اس لڑکے کو کہاں لے جاتے ہو ،اور یہ جواب سن کر کہ تعلیم کے لئے مدرسہ لے جا رہا ہوں فرمایا کہ میرے حوالہ کرو میں ایک معلم کے پاس بٹھا دوں گا۔ ہمسایہ نے ان کے حوالہ کر دیا۔ وہ بزرگ خواجہ ابوحفص اوشی قدس سرہٗ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ احکم الحاکمین کا حکم ہے کہ اس لڑکے کو توجہ سے پڑھاؤ اور یہ فرما کر چلے گئے ،حضرت اُستاد نے مشفقانہ انداز میں فرمایا کہ بڑے صاحبِ نصیب ہو کہ حضرت خضر علیہ السلام تمہیں میرے حوالہ فرما گئے ہیں ،بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ جب خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ قصبہ اوش میں تعلیم کے لیے پہنچے ،تو آپ کی عمر چار سال چار ماہ کی تھی ،آپ حضرت شیخ کی خدمت میں علومِ ظاہری کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے ،حضرت نے تختی لے کر کچھ تحریر فرمانے کا ارادہ کیا کہ ندائے غیبی سے یہ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب کی تحصیل ظاہری قاضی حمید الدین ناگوری کے حوالے ہے، اس لئے حضرت شیخ نے وہ تختی رکھ دی۔ اس کے بعد قاضی حمید الدین صاحب کے پاس آئے، آپ نے تختی لے کر پوچھا !اے قطب الدین کیا لکھوں؟ فرمایا لکھو!''سُبْحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ''الآیۃ قاضی صاحب نے متعجب ہو کر پوچھا، تو کہا کہ پندرہ پارے والدہ سے یاد کئے ہیں، پس چار دن میں قرآن مجید ختم کر لیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہو گیا کہ خواجہ صاحب کی شانِ رفعت وعظمت کیا تھی کہ آپ کی تعلیم کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کو سبب بنایا، لیکن اس سب کے باوجود آپ کی والدہ نے جو تربیت فرمائی اس تربیت کا اثر تھا کہ ظاہری و باطنی علوم میں کمال کو پہنچے، افسوس! آج ایسی تربیت مفقود ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے بیعت

بلوغ کے قریب سے ہی علوم باطنیہ کے حصول کا شوق ہوا اور حضرت خواجہ معین الدین صاحب سے بیعت ہوئے ،بعض لوگوں نے پانچ (۵) رجب کو مسجد ابواللیث میں آپ کا بیعت ہونا تحریر کیا ہے اور سترہ سال کی عمر میں خرقۂ اجازت حاصل کر لیا، آپ حضرت خواجہ اجمیری رحمہ اللہ کے سب سے پہلے خلیفہ ہیں، حضرت شیخ ہی کے ارشاد سے دہلی میں قیام فرمایا، کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے عالمِ ارواح میں خواجہ معین الدین صاحب کو حکم فرمایا تھا کہ قطب الدین خدا کا دوست ہے اس کو خرقہ پہناؤ، اور دہلی کی ولایت بھی بحکمِ الٰہی متعین کی گئی تھی ،اپنی حاضری حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں ابتدائی رمضان ۵۸۴ھ لکھی ہے، اس بناء پر ممکن ہے کہ آپ کی پیدائش اس تاریخ سے پہلے ہوئی جو ما قبل میں لکھی گئی ہے۔

ورودِ دہلی

دہلی کے سفر میں ملتان پہنچے تو یہاں کے مشہور بزرگ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کمال محبت وشفقت سے ملے، اس لئے حضرت قطب الدین صاحب نے وہاں کچھ دنوں قیام فرمایا، پھر اسی اثناء میں منگولوں نے ہندوستان پر یورش کی تو ملتان کا حاکم قباچہ حضرت قطب الدین صاحب سے فیوض وبرکات کا طلب گار ہوا اور کہا جاتا ہے کہ انہی کی کرامت سے مغل شکست کھا کر فرار ہوئے، قباچہ نے ان سے ملتان ہی میں قیام کرنے کی درخواست کی، لیکن انہوں فرمایا کہ یہ جگہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ کی ہے اور یہ شہران ہی کی پناہ میں رہے گا۔ ملتان سے وہ دہلی آئے اور دہلی کے قریب پہنچے تو سلطان شمس الدین التمش نے حشم وخدم کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور ان کے قیام کا انتظام شہر کے اندر کرنا چاہا، لیکن انہوں نے شہر سے باہر کیلوکھڑی مقام میں سکونت اختیار فرمائی، سلطان التمش ہفتہ میں دو مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، آخر سلطان التمش کے اصرار پر کہ شہر سے اتنی دور آنے میں سلطنت کے کاروبار میں خلل پڑتا ہے، مجبوراً شہر دہلی میں فروکش ہونے پر راضی ہوگئے اور ملک اعز الدین کی مسجد میں قیام فرمایا۔

زیارتِ شیخ

حضرت اکثر اوقات غیاث پور (بستی نظام الدین کا قدیم نام) سے حضرت خواجہ معین الدین رحمہ اللہ کے پر فاتحہ، اور ایصال ثواب کے لئے حاضر ہوتے تھے، ایک مرتبہ دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ میرے آنے کی نہ معلوم! حضرت خواجہ صاحب کو خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں، جب مزار کے قریب پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے تو صراحتاً دیکھا کہ آپ کی قبر پر حاضر ہوں اور حضرت فرمارہے ہیں ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

ترجمہ: اپنی طرح مجھ کو بھی زندہ سمجھ، اگر تو جسم کے ساتھ آسکتا ہے تو کیا میں جان کے ساتھ نہیں آسکتا

کرامات بحکمِ خدا ظاہر ہوتی ہیں: اولیاء کے ہاتھوں پر کرامات کا ظہور اللہ کے حکم سے ہوتا ہے جس سے مقصود یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کے ہاتھوں خلاف عادت کام ظاہر کرا کر اس کی عزت بڑھانا چاہتے ہیں، اور یہ کرامت ولی کیلئے اللہ کی نعمت ہوتی ہے، ولی کے اپنے اختیار سے کرامات ظاہر نہیں ہوتیں، جیسا کہ معجزات حضور ﷺ کے اختیار سے صادر نہیں ہوتے جیسا کہ اس کے متعلق قرآن

پاک میں ارشاد ہے" وَمَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی "یعنی مٹھی بھر ریت پھینک کر کافروں کو، آپ نے اندھا نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کی آنکھوں میں ریت پہنچائی اوران کو اندھا کیا۔

بعض اولیاء سے کرامت کیوں ظاہر نہیں ہوتی: بعض اولیاء کاملین کا مقام غلبہ عبودیت ورضاء کا ہوتا ہے اس لئے وہ کسی شئے میں تصرف نہیں کرتے، اس وجہ سے ان کی کرامتیں معلوم نہیں ہوتیں اور بعض کو قوت تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی بس تسلیم وتفویض اور سنت پر عامل رہنا ہی ان کی بڑی کرامت ہوتی ہے، بلکہ بعض اولیاء اللہ سے جب کرامت ظاہر ہوجاتی، توان کو ندامت وشرمندگی ہوتی تھی اوراسی پر کسی اللہ والے کا یہ مقولہ مشہور ہوا کہ" الکرامۃ حیض الرجال" کہ کرامت مردانِ راہ سلوک کا حیض ہے۔

سیاحت

دریائی سفر کے واقعات کے سلسلے میں بیان فرمایا کہ میں اپنے استاد قاضی حمیدالدین ناگوری کے ساتھ ایک دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بہت بڑا بچھّو تیزی سے کہیں جارہا ہے، میں نے قاضی صاحب سے کہا کہ اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے، چنانچہ ہم دونوں بچھو کے پیچھے ہولیے، بچھّو ایک درخت کے پاس پہنچا تو اس نے ایک بہت ہی خوفناک اژدھے کو مارڈالا پاس ہی ایک شخص سویا ہوا تھا ہم وہاں ٹھہر گئے کہ یہ شخص نیند سے اُٹھے تو ہم اس سے ملاقات کریں دیکھا کہ وہ تو ایک شرابی تھا اس وقت بھی نشہ میں بدمست پڑا تھا، دل میں تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان بندے پر خداوند کریم نے اس قدر رحمت فرمائی! غیب سے آواز آئی کہ ہم نیک لوگوں پر رحمت فرمائیں تو غریبوں (نافرمانوں) کا کون مددگار ہوگا، اس کے بعد وہ شخص اُٹھا تو مردہ اژدھے کو پاس ہی پڑا دیکھ کر حیران ہوا، ہم نے سارا واقعہ اس سے بیان کیا تو وہ بہت نادم ہوا، تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہم نے سنا کہ وہ بہت بڑا بزرگ ہوگیا، خداوندِ کریم نے اپنی معرفت اس کے دل میں ڈال دی۔ (جاری ہے)

خودنوشت سوانحِ حیات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان مدنی شہید رحمہ اللہ

فانی زندگی کے چند ایام

صفحات 154

بہ اہتمام ونگرانی: مولانا عبدالقیوم حقانی

ناشر: القاسم اکیڈیمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

پیارے بچّو! ایک ماں

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

رحمت کی برسات ماں

پیارے بچو! اولاد کے لئے اُس کے ماں باپ بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہیں، اور اولاد کی تربیت اور پرورش میں وہ بہت تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کرتے ہیں، لیکن جب اولاد سمجھدار اور بڑی ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ شادی بیاہ بھی ہوجاتا ہے تو پھر یہی اولاد اپنے ماں باپ کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچانا شروع کردیتی ہے، اور ایک دن پھر وہ ماں باپ کی نعمت سے محروم ہوجاتی ہے۔

جو اشعار آگے آرہے ہیں اُن میں ماں باپ اور اولاد کے شروع سے اخیر تک کے کردار کو بیان کیا گیا ہے۔

جب تُو پیدا ہوا کتنا مجبور تھا — یہ جہاں تیری سوچوں سے بھی دُور تھا
ہاتھ پاؤں بھی تب تیرے اپنے نہ تھے — تیری آنکھوں میں دنیا کے سپنے نہ تھے
تجھ کو آتا تھا جو صِرف رونا ہی تھا — دودھ پی کے تیرا کام سونا ہی تھا
تجھ کو چلنا سکھایا تھا ماں نے تیری — تجھ کو دل میں بسایا تھا ماں نے تیری
ماں کے سائے میں پروان چڑھنے لگا — وقت کے ساتھ قد تیرا بڑھنے لگا
دھیرے دھیرے تو کڑیل جواں ہوگیا — تجھ پہ سارا جہاں مہرباں ہوگیا
زورِ بازو پہ تُو بات کرنے لگا — خود ہی سجنے لگا خود سنورنے لگا
اک دن ایک حسینہ تجھے بھا گئی — بن کے دُلہن وہ پھر تیرے گھر آگئی
فرض اپنے سے تو دُور ہونے لگا — بیج نفرت کا خود ہی تُو بونے لگا
پھر تو ماں باپ کو بھی بُھلانے لگا — تیر باتوں کے پھر تُو چلانے لگا
بات بے بات تُو اُن سے لڑنے لگا — قاعدہ اِک نیا پھر تُو پڑھنے لگا
یاد کر تجھ سے ماں نے کہا ایک دن — اب ہمارا گزارا نہیں تیرے بِن
سُن کے یہ بات تو طیش میں آگیا — تیرا غصہ تیری عقل کو کھا گیا
جوش میں آکے تُو نے یہ ماں سے کہا — میں تھا خاموش سب دیکھتا ہی رہا

آج کہتا ہوں پیچھا میرا چھوڑ دو
جو رشتہ میرا تم سے وہ توڑ دو

جاؤ جاکے کہیں کام دھندا کرو
لوگ مرتے ہیں تم بھی کہیں جا مَرو

بیٹھ کر آہیں بھرتے تھے وہ رات بھر
اُن کی آہوں کا تُجھ پر ہوا نہ اَثر

ایک دن باپ تیرا چلا رُوٹھ کر
کیسے بکھری تھی پھر تیری ماں ٹوٹ کر

پھر وہ بے بس اَجَل کو بلاتی رہی
زندگی اُس کو ہر روز ستاتی رہی

ایک دن موت کو ترس آ گیا
اس کا رونا بھی تقدیر کو بھا گیا

اشک آنکھوں میں تھے وہ روانہ ہوئی
موت کی ایک ہچکی، بہانہ ہوئی

اِک سکوں اس کے چہرے پہ چھانے لگا
پھر تو میت اُس کی سجانے لگا

مدّتیں ہوگئیں آج بوڑھا ہے تُو
جو پڑا ٹوٹی کھٹیا پر کُوڑا ہے تُو

تیرے بچے بھی اب تجھ سے ڈرتے نہیں
نفرتیں ہیں محبت وہ کرتے نہیں

دَرد میں تو پکارے کہ او میری ماں
تیرے دَم سے روشن تھے دونوں جہاں

وقت چلتا رہے وقت رُکتا نہیں
ٹوٹ جاتا ہے وہ جو کہ جھُکتا نہیں

بن کے عبرت کا تو اَب نشاں رہ گیا
ڈھونڈ لے زور تیرا کہاں رہ گیا

تُو احکامِ ربّی بھُلاتا رہا
اپنے ماں باپ کو تُو ستاتا رہا

کاٹ لے تو وہی تُو نے بویا تھا جو
تجھ کو کیسے ملے تو نے کھویا تھا جو

یاد کرکے گیا دَور، تُو رونے لگا
کل جو تُو نے کیا آج ہونے لگا

موت مانگے تجھے موت آتی نہیں
ماں کی صورت نگاہوں سے جاتی نہیں

تُو جو کھانسے تو اولاد ڈانٹے تجھے
تو ہے ناسُور سُکھ کون بانٹے تجھے

موت آئے گی تجھ کو مگر وقت پر
بَن ہی جائے گی تیری قبر وقت پر

قدر ماں باپ کی گر کوئی جان لے
اپنی جنّت کو دنیا میں پہچان لے

اور لیتا رہے وہ بڑوں کی دعا
اس کے دونوں جہاں اس کا حامی خدا

یاد رکھنا تُو بادشاہ کی اِس بات کو
بھُول جانا نہ رحمت کی برسات کو

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

خواتین کے لباس کے شرعی احکام (قسط۲)

لباس کے بنیادی اصول

لباس کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں جو اصول معلوم ہوئے ہیں وہی دراصل لباس کی شرعی حدود ہیں اس لئے جو لباس ان اصولوں کے مطابق ہوگا وہ شرعاً جائز لباس شمار ہوگا اور جس لباس میں ان اصولوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہوگا وہ غیر شرعی لباس ہوگا خوہ اسے ناجائز وحرام کہیں یا مکروہ یا خلافِ اولیٰ۔ اب ذیل میں وہ اصول اور ان کی مختصر تشریح ملاحظہ کی جائے۔

(۱)......لباس ستر پوش ہونا چاہئے

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ لباس کا بنیادی اور اولین مقصد ستر چھپانا ہے اس لئے لباس کے انتخاب کے وقت سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ستر پوشی کا مقصد اس سے حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس کے لئے ستر کی شرعی حدود پہچاننا ضروری ہے اس لئے اب ستر کی شرعی حدود ملاحظہ فرمائیں۔

عورت کے ستر کی حدود

جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا عورت کیلئے نماز کے دوران ضروری ہے وہ عورت کا ستر کہلاتا ہے۔ اس کی حدود یہ ہیں کہ چہرہ، کلائیوں تک دونوں ہاتھ، اور ٹخنوں سے نیچے تک دونوں پاؤں کے علاوہ سارا جسم چھپانا ضروری ہے۔ اور چونکہ مسلمان خاتون پر نماز پڑھنا فرض ہے اس لئے ایک مسلمان خاتون کا لباس ایسا ہونا لازمی ہے جس سے اس کے بدن کا کم ازکم ستر والا حصہ ضرور چھپ سکے۔

تنبیہ :...... یہاں چونکہ لباس کے احکام بیان کرنا مقصود ہے اس لئے فقط ستر کی حدود بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے باقی حجاب کی حدود اور عورت کو کس سے کتنا بدن چھپانا ضروری ہے وغیرہ اس طرح کے احکام پردے کے موضوع میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کئے جائیں گے۔

مسئلہ :...... ایسا باریک کپڑا جس سے اندر کا جسم یا بال نظر آتے ہوں مثلاً نائیلون، باریک تن زیب وغیرکا کپڑا پہن کر یا سر پر اوڑھ کر اگر کسی عورت نے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز (ستر چھپانے کی شرط نہ پائی جانے

Idara Ghufran

کی وجہ سے) نہ ہوگی۔

اس لئے مسلمان خاتون کو عام حالات میں بھی ایسا باریک لباس یا دوپٹہ اوڑھنے سے بچنا لازم ہے جسے پہن کر نماز کا فریضہ ادا نہ کیا جاسکتا ہو، اس لیے کہ بعض اوقات عین نماز کے وقت ستر پوش لباس مہیا نہ ہونے کی وجہ سے نماز کا فریضہ ضائع ہوسکتا ہے، جو کبیرہ گناہ ہے۔

لباس کے ستر پوش ہونے کا مطلب

پہلے اصول یعنی ''لباس ستر پوش ہونا چاہئے'' کا تقاضا یہ ہے کہ خواتین کا لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چست نہ ہو کہ جس سے ان کے جسم کی رنگت یا بناوٹ نظر آئے یا وہ اعضاء ظاہر ہوجائیں جنہیں چھپانا ضروری ہے بلکہ خواتین کا لباس ایسا ہونا لازم ہے کہ جس سے مکمل طور پر ستر پوشی کا مقصد حاصل ہوسکے۔

ناجائز لباس کی تین اقسام

تین قسم کے لباس ایسے ہیں جو ستر پوشی کے مقصد کو پورا نہیں کرتے :۔

(۱)......مختصر لباس

وہ لباس جو اتنا چھوٹا اور مختصر ہو کہ ستر کی تمام حدود کا احاطہ نہ کرتا ہو اور لباس پہننے کے باوجود جسم کے بعض وہ حصے کھلے رہ جاتے ہوں جن کا چھپانا شرم وحیا کا تقاضا ہے۔

مختصر لباسی کی چند مروجہ شکلیں

اس طرح کے لباس کی چند مثالیں یہ ہیں :۔بغیر آستین کے یا نیم آستین (آدھے بازو) والی قمیض پہننا۔ کھلے گریبان والی قمیض پہننا۔اونچے چاک والی قمیض پہننا جس سے چلتے ہوئے یا اٹھتے بیٹھتے وقت یا ویسے ہی پہلو نظر آتا ہو۔

فراک پہننا جس میں عموماً نصف یا پورے بازو اور نصف یا پوری پنڈلیاں ننگی رہتی ہیں۔

ساڑھی پہننا جس سے عام طور پر پورا جسم نہیں چھپتا بلکہ پورے بازو، پیٹ، پیٹھ کا کچھ حصہ اور سر کھلا رہتا ہے اور آجکل جو بلاؤز (کرتی،شمیز) استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ناف پر یا اس سے اوپر ہی ختم ہوجاتا ہے جس سے آدھا یا آدھے کے قریب پیٹ نظر آتا رہتا ہے۔

اسی طرح اتنا چھوٹا دوپٹہ اوڑھنا جس سے کمر پر لٹکے ہوئے بال نہ چھپ سکیں، درست نہیں۔

Idara Ghufran

ایسی شلوار پہننا جو ٹخنوں کے اوپر ہی ختم ہو جائے اس سے پنڈلی کا ٹخنوں سے اوپر والا حصہ نظر آتا رہتا ہے اس لئے ایسی شلوار پہننا یا شلوار کو قصداً اونچا رکھنا گناہ ہے بلکہ اس میں ستر کھولنے کے علاوہ مردوں کے ساتھ مشابہت کا گناہ بھی ہوتا ہے اس لئے کہ شلوار کو ٹخنوں سے اونچا رکھنے کا مردوں کو حکم ہے، اور عورتوں کو مَردوں کے برعکس شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا حکم ہے۔

ایک اُلٹا کام

آجکل بعض عورتوں، مَردوں نے کئی اُلٹے کاموں میں سے ایک یہ اُلٹا کام بھی شروع کر رکھا ہے کہ مرد تو عموماً اپنا لباس (شلوار، پتلون، چغہ وغیرہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر رکھتے ہیں حالانکہ مردوں کو لباس ٹخنوں سے اونچا رکھنے کا حکم ہے اور خواتین اپنے لباس کو ٹخنوں سے اونچا رکھتی ہیں حالانکہ خواتین کو لباس ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا حکم ہے۔ بقول ایک بزرگ کے ؎

عورت تو ہے مردانی اور مرد زنانہ ہے لاحول ولاقوۃ کیا الٹا زمانہ ہے

(۲)...... باریک لباس

ناجائز لباس کی دوسری قسم یہ ہے کہ لباس مکمل تو ہے کہ ستَر کی حدود کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہے لیکن اتنا باریک ہے کہ اس کے اندر سے بدن جھلکتا ہوا دِکھائی دیتا ہے۔

اس طرح کے لباس پہننے کا آجکل خواتین میں بہت رواج چلا ہوا ہے بلکہ فیشن پرست اور اپنے بدن کی نمائش کرانے والی خواتین تو قصداً ایسا باریک لباس اختیار کرتی ہیں جس کے اندر سے ان کا بدن جھلکتا رہے حالانکہ یہ بہت سخت گناہ ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

بعض احادیث سے باریک لباس پہننے سے بچنے کی بہت تاکید معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت دحیہ بن خلیفہ فرماتے ہیں:

> نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ قبطی کپڑے (خاص قسم کے سفید اور باریک کپڑے جو مصر میں بنا کرتے تھے) آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک قبطی کپڑا مجھے عطا کیا اور فرمایا کہ اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لینا، ان میں سے ایک کا کرتہ بنا لینا اور دوسرا اپنی اہلیہ کو دے دینا وہ اس کو دوپٹہ بنا لے گی پھر میں جب واپس ہونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کو ہدایت کر دینا کہ قبطی کپڑے کے نیچے ایک اور کپڑا لگا لے

تا کہ اس کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے اس کے بال اور جسم نظر نہ آئے (مشکوٰۃ کتاب اللباس فصل ثانی ص ۳۷۶)

حضرت علقمہ بن ابی علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ :

''حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائیں انہوں نے باریک دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے پھاڑ دیا اور انہیں موٹا دوپٹہ پہنایا (مشکوٰۃ ص ۳۷۷)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عورت کیلئے ایسا باریک دوپٹہ استعمال کرنا بھی منع ہے کہ جس سے عورت کے سر کے بال اور کان وغیرہ نظر آتے ہوں۔

دوسری حدیث سے یہ اندازہ بھی لگالیا جائے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باریک دوپٹے کو گوارا نہ فرمایا بلکہ اس کو پھاڑ دیا تو عورت کا ننگے سَر رہنا کس قدر ناپسندیدہ ہوگا۔

باریک لباس کی چند مروجہ شکلیں

آجکل خواتین کے لباس کی متعدد ایسی اقسام عام ہو چکی ہیں جن کے باریک ہونے کی وجہ سے عورت کے بدن کی رنگت اور بناوٹ وغیرہ نظر آتی ہے مثلاً جارجٹ سوٹ، کڑائی کاٹن، شیفون، بالون، باریک لان اس لئے خواتین کو لباس کا انتخاب کرتے وقت اس بات کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے کہ یہ لباس ہمارے بدن کی رنگت و بناوٹ کو چھپا سکے گا یا نہیں؟

باریک لباس پہننے کا حکم

اس طرح کے کپڑے کی شلوار قمیض پہننا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کے نیچے کوئی ایسا کپڑا نہ پہنا جائے جس سے جسم دکھائی دینے سے محفوظ رہے۔ اسی طرح ایسا باریک لان پہننے سے بچنا بھی ضروری ہے جس سے عام حالات میں تو جسم نظر نہ آتا ہو مگر روشنی میں کھڑے ہونے سے بدن نمایاں ہو جاتا ہو کیونکہ عموماً اس طرف دھیان نہیں رہتا کہ روشنی میں چلنے پھرنے اور کھڑے ہونے سے بچا جائے بلکہ یہ ممکن بھی نہیں۔

اس لئے ایسا لباس پہنا ہی نہ جائے جس میں عریانی یقینی ہو۔

(۳)......چست لباس

ناجائز لباس کی تیسری قسم یہ ہے کہ لباس پورے بدن پر ہے اور اتنا باریک بھی نہیں کہ اس میں سے بدن جھلکتا ہو لیکن چست ایسا ہے کہ بدن کے اوپر بالکل فِٹ ہے جس کی وجہ سے بدن کا حجم، بناوٹ اور اُبھار نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

آجکل خواتین میں یہ گناہ بہت عام ہو چکا ہے عموماً بے دین خواتین اس بات کا بڑا اہتمام کرتی ہیں کہ لباس بالکل بدن کے ساتھ چپکا ہوا ہو۔ اور بدن کے ہر عضو اور ابھار کو نمایاں کر رہا ہو۔ ڈھیلا ڈھالا لباس ایسی فیشن پرست خواتین کو ایک نظر نہیں بھاتا بلکہ اس کو دقیانوسی اور قدامت پسندی اور بنیاد پرستی سمجھتی ہیں اور ایسا لباس پہننے کو کہا جائے تو نفرت ونخوت سے ناک بھوں چڑھاتی ہیں۔

چست لباس کی بعض مروجہ صورتیں

عموماً قمیض ایسی سلوائی جاتی ہے جس کی آستینیں بازوؤں کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی ہیں بلکہ بعض خواتین آدھی آستین کو بازو کے ساتھ چپکا کر رکھنے کیلئے الاسٹک کا استعمال بھی کرتی ہیں۔ سینے کے ابھار کو نمایاں کرنے کیلئے بریزئر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کمر کو نمایاں کرنے کے لئے اس جگہ سے قمیض کو تنگ سلوایا جاتا ہے رانوں اور پنڈلیوں کو نمایاں کرنے کیلئے شلوار چست سلوائی جاتی ہے یا چوڑی دار پاجامے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور بے شرمی و بے حیائی کی انتہا یہ کہ غیر محرم مردوں سے اس طرح کا لباس سلوانے کے لئے اپنے بدن کی پیمائش کرائی جاتی ہے العیاذ باللہ۔

خلاصہ یہ کہ ایسا لباس پہننا جو مختصر یا باریک یا چست ہونے کی وجہ سے ستر کو نہ چھپاتا ہو لباس کے بنیادی اور اولین مقصد ستر پوشی کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے بلکہ حدیث شریف میں ایسا عریاں لباس پہننے والی خواتین کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود گویا ننگی ہیں اور اپنی اس بدعملی کی وجہ سے نہ جنت میں داخل ہونگی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھ سکیں گی (مشکوٰۃ ص ۳۰۶ از بخاری ومسلم)

خواتین کا لباس ایسا ہونا چاہئے

ایک مسلمان عورت پر اپنے جسم کے ستر والے حصے (یعنی چہرے، کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے سے نیچے تک پاؤں کے علاوہ) کو ایسے لباس سے چھپانا ضروری ہے جو اتنا موٹا ہو کہ اندر سے جسم نہ جھلکے اور اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو

﴿بقیہ صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آپ کے دینی مسائل کا حل　　　ادارہ

ایصالِ ثواب کا ثبوت اور اس کے منکِر کا حکم

سوال

کیا نیک اعمال کے ذریعے سے مُردوں کو ایصالِ ثواب کرنا ثابت ہے، اس بارے میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کی رائے کیا ہے؟ اور جو شخص ایصالِ ثواب کا انکار کرے، وہ کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

ایصالِ ثواب برحق ہے اور اس میں افراط وتفریط

''ایک انسان کی سعی سے دوسرے کو کوئی نفع اور کسی نیک عمل کا ثواب بخشنے یعنی ایصالِ ثواب کرنے سے دوسرے کو ثواب پہنچ سکتا ہے یا نہیں''

تفصیلات وجزئیات کے بعض معمولی اختلافات کے باوجود ایصالِ ثواب کے برحق ہونے پر امت کے سلف وخلف اور چاروں فقہائے کرام کا اتفاق اور اجماع رہا ہے۔

امت کے مستند فقہا ومجتہدین اور محدثین ومفسرین نیز محقق صوفیائے کرام واولیائے عظام سب ہی اس کے قائل ہیں۔

لیکن ہمارے زمانے کا ایک طبقہ ایصالِ ثواب کا سرے سے منکِر ہے اور اس طبقہ میں زیادہ حصہ ان لوگوں کا ہے، جو درِ پردہ احادیث کے حجت ہونے پر یقین واعتماد نہیں رکھتے، اور اپنی ناقص سمجھ اور کمزور عقل اور کم علمی کے باعث جن صحیح اور قوی احادیث کو قرآن مجید کے ظاہری معنیٰ بلکہ اپنی مادی عقل کے خلاف سمجھتے ہیں، ان کا انکار کر بیٹھتے ہیں؛ خواہ وہ احادیث سنَد کے لحاظ سے کتنی ہی زیادہ قوی اور مضبوط ومستنَد کیوں نہ ہوں۔

اس طبقے کے برعکس ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جو ایصالِ ثواب کے نام سے ہر قسم کی بدعات وخرافات اور فضولیات ورسم ورواج میں مبتلا ہو کر اپنے مال، وقت، اور صلاحیتوں کو نہ صرف برباد کرتا ہے بلکہ اسی کے ساتھ ثواب کے عنوان سے گناہوں کا وبال اپنے نامۂ اعمال میں جمع کرتا ہے۔

اوران خودساختہ ومن گھڑت اورنوایجاد طریقوں سے منع کرنے والوں پر ایصالِ ثواب کے منکِر ہونے کاالزام بھی عائد کرتا ہے۔

اس طرح افراط وتفریط میں مبتلا اوراعتدال کے راستے سے ہٹے ہوئے یہ دونوں طبقے ہی اصلاح کے مستحق ہیں اورضرورت ہے کہ افراط وتفریط کوچھوڑ کراعتدال کے راستے کواختیار کیا جائے۔

جمہوراہل اسلام کااس پر اتفاق ہے کہ میت کے لئے ایصالِ ثواب درست اور جائز ہے، خواہ بدنی عبادت ہوخواہ مالی ہو؛ البتہ بعض بدنی عبادات (مثلاً تلاوتِ قرآن کریم وغیرہ) میں بعض حضرات کااختلاف ہے ایصالِ ثواب کے ثبوت پر قرآن وسنت اوراجماعِ امت کے علاوہ عقل وقیاس کے دلائل بھی موجود ہیں۔اور مطلق (یعنی مالی وبدنی دونوں قسم کی عبادات کے) ایصالِ ثواب کے منکر معتزلی اور اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج اور بدعتی ہیں۔

فقہ کے چاروں فقہاء سے ایصالِ ثواب کا ثبوت

عبادات بنیادی طور پر دوقسم کی ہیں، ایک وہ جن میں صرف مال کااستعمال ہوتا ہے، جیسے زکوٰۃ، صدقات، خیرات۔اوردوسری وہ جن میں مال استعمال نہیں ہوتا بلکہ صرف بدن اور جان کا استعمال ہوتا ہے، جیسے نماز، روزہ، تلاوت، ذکرواذکار وغیرہ۔

پہلی قسم کی عبادات کو''مالی عبادات''اوردوسری قسم کی عبادات کو''بدنی عبادات''یا''جانی عبادات'' کہا جاتا ہے اورایک تیسری قسم ان دونوں چیزوں یعنی مال اور بدن سے مرکب عبادت کی ہے، کہ جس میں مال اور بدن دونوں کااستعمال ہوتا ہے، مثلاً حج وعمرہ۔

لیکن یہ چونکہ پہلی دونوں قسم کی عبادات سے ہی مرکب ہے، مستقل کوئی تیسری قسم کی عبادت نہیں، اس لئے اس قسم کوالگ سے درجہ نہیں دیا گیا، اگرچہ بعض حضرات نے اس عبادت کے بعض احکام کو بیان کرنے کے لئے مستقل قسم شمار کیا ہے، مگران دونوں قسم کی تفصیلات میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

مالی عبادات مثلاً صدقہ وخیرات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرنے پر تو چاروں فقہائے کرام کا اتفاق ہے، لیکن مالی عبادات کے علاوہ بعض بدنی عبادات (مثلاً تلاوت وغیرہ) کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کے بارے میں اگرچہ مشہور یہ ہے کہ امام مالک اورامام شافعی رحمہما اللہ اس کے قائل نہیں، لیکن اولاً تو امام مالک اورامام شافعی رحمہما اللہ کے فقہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، دوسرے مالی عبادات کی طرح بدنی عبادات

کے ذریعہ سے بھی ایصالِ ثواب ہونے کے دلائل اتنے قوی اور مضبوط ہیں کہ ان دونوں فقہائے کرام کی اتباع کرنے والوں سے مالی عبادات کی طرح بدنی عبادات کے ذریعہ سے بھی ایصالِ ثواب ہونے کا نہ صرف ثبوت ہے بلکہ انہوں نے اپنے فقہاء کی طرف بعض عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کی نفی کی نسبت کا ایسا مطلب بیان کیا ہے جس سے ان فقہاء کی طرف بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب ہونے کی بہرصورت نفی نہیں ہوتی۔

آگے ہم چاروں فقہائے کرام کے فقہ کی کتابوں سے مالی اور بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کے ثبوت پر عبارات پیش کرتے ہیں۔

فقہ حنفی سے ثبوت

فقہ حنفی کی مشہور کتاب البدائع الصنائع میں ہے:

مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰی اَوْ تَصدَّقَ وَجعَلَ ثَوَابَہٗ لِغَیْرِہٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ اَوِ الْاَحْیَاءِ جازَ وَیَصِلُ ثَوَابُھَا اِلَیْھِمْ عِنْدَ اَھْلِ السُنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ (البدائع الصنائع ج۲، فصل نبات الحرم)

ترجمہ: جو شخص روزہ رکھ کر یا نماز پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے اس کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے تو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ ثواب ان کو پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

وَقَالَ عُلَمَاؤُنَا اَلْاَصْلُ فِی الْحَجِّ عَنِ الْغَیْرِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَہٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِہٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْیَاءِ حَجًّا اَوْ صَلَاۃً اَوْ صَوماً اَوْصَدَقَۃً اَوْ غَیْرَھَا کَتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ وَالْاَذْکَارِ فَاِذَافَعَلَ شَیْئًا مِّنْ ھٰذَا وَجعَلَ ثَوَابَہٗ لِغَیْرِہٖ جازَ وَیَصِلُ اِلَیْہِ عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ (مرقاۃ شرح المشکوۃ ،باب الملاحم)

ترجمہ: اور ہمارے علماء نے فرمایا کہ دوسرے کی طرف سے حج کے جائز ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے چاہے وہ عمل حج ہو، یا نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو، یا اسکے علاوہ کوئی اور عمل ہو جیسے قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر واذکار وغیرہ جب ان اعمال میں سے کوئی عمل کیا جائے، تو اس کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے تو یہ جائز ہے اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ ثواب ان کو پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

(بَـابُ الْـحجّ عَنِ الْغَیْرِ) اَلْاَصْلُ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ یَّجعَلَ ثَوَابَ عَـمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ عِنْدَاَھْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ صَلَاةً کَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْحَجًّا اَوْ صَدَقَةً اَوْ قِـرَاءَ ـةَ قُرْآنِ اَوِ الْاَذْکَارَاِلیٰ غَیْرِ ذٰلِکَ مِنْ جَمِیْعِ اَنْوَا عِ الْبِرِّ، وَیَصِلُ ذَالِکَ اِلَی الْمَیِّتِ وَیَنْفَعُهٗ (تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق،جزء ۵ ،باب الحج عن الغیر)

ترجمہ: یہ باب دوسرے کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں ہے،اس باب میں اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اصل قاعدہ یہ ہیکہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچائے چاہے وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا حج ہو، یا صدقہ ہو، یا قرآن کی تلاوت ہو یا ذکرواذ کار ہو یا ان کے علاوہ نیکی کی دوسری تمام اقسام میں سے ہو؛ اوران کا ثواب اورنفع میت کو پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

البحرالرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

(بَـابُ الْحَجّ عَنِ الْغَیْرِ)لَمَّا کَانَ الْحَجُّ عَنِ الْغَیْرِ کَالتَّبْعِ اَخَّرَهٗ، وَالْاَصْلُ فِیْهِ اَنَّ الْاِنْسَـانَ لَـهٗ اَنْ یَّـجْـعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ صَلَاةً اَوْ صَوْمًا اَوْصَدَقَةً اَوْ قِرَاءَ ةَ قُرْآنِ اَوْ ذِکْـرًا اَوْ طَـوَافـاً اَوْحَـجًّـا اَوْ عُـمْـرَ ـةً اَوْ غَیْـرَ ذَالِکَ عِنْدَ اَصْحَابِنَا لِلْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ(البحرالرائق شرح کنزالدقائق جزء ۷،باب الحج عن الغیر)

ترجمہ: یہ باب دوسرے کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں ہے،جب دوسرے کی طرف سے حج کرنا تابع کی طرح ہے،اس لئے اس کو بعد میں ذکر کیا، اس باب میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچائے چاہے وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو، یا صدقہ ہو، یا قرآن مجید کی تلاوے ہو یا ذکرواذ کار ہو یا طواف ہو یا حج ہو یا عمرہ ہو یا ان کے علاوہ ہو؛ یہ ہمارے حضرات کے ہاں کتاب وسنت سے ثابت ہے (ترجمہ ختم)

مجمع الانہر میں ہے:

وَلِـلْاِنْسَانِ اَنْ یَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ فِیْ جَمِیْعِ الْعِبَادَاتِ(مجمع الانهر جزء ۳،باب الحج عن الغیر)

ترجمہ: انسان کے لئے اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے تمام عبادات میں (ترجمہ ختم)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اَلْاَصْلُ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَہٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِہٖ صَلَاۃً کَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَۃً اَوْ غَیْرَھَا کَالْحَجِّ وَقِرَاءَۃِ الْقُرْآنِ وَالْاَذْکَارِ وَزِیَارَۃِ قُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ وَالشُّھَدَآءِ وَالْاَوْلِیَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَتَکْفِیْنِ الْمَوْتیٰ وَجَمِیْعِ اَنْوَاعِ الْبِرِّ، کَذَا فِیْ غَایَۃِ السَّرُوْجِیْ شَرْحِ الْھِدَایَۃِ (فتاویٰ عالمگیریۃ ،کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)

ترجمہ: اس باب میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچائے چاہے وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو، یا صدقہ ہو، یا اس کے علاوہ جیسے حج، اور قرآن کی تلاوت اور ذکرواذکار اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور شہیدوں اور ولیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت، اور مُردوں کو کفن دینا، اور ان کے علاوہ نیکی کی دوسری تمام قسمیں؛ یہی تفصیل ہدایہ کی شرح غایۃ السروجی میں ہے (ترجمہ ختم)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ جو بھی عبادت اور نیک عمل کیا جائے خواہ وہ مالی عبادت ہو یا بدنی، اس کا زندہ یا مردہ مسلمان کو ایصالِ ثواب کرنا درست ہے۔

فقہ حنبلی سے ثبوت

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاَیُّ قُرْبَۃٍ فَعَلَھَا وَجَعَلَ ثَوَابَھَا لِلْمَیِّتِ الْمُسْلِمِ نَفَعَہٗ ذٰلِکَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ (المغنی لابن قدامہ ج۳ کتاب الجنائز)

ترجمہ: اور جو نیک کام بھی مسلمان کرے اور اس کا ثواب مسلمان میت کو پہنچائے تو اس سے میت کو ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

نیز چند احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَھٰذِہٖ اَحَادِیْثُ صِحَاحٌ وَفِیْھَا دَلَالَۃٌ عَلٰی اِنْتِفَاعِ الْمَیِّتِ بِسَائِرِ الْقُرَبِ، لِاَنَّ الصَّوْمَ وَالْحَجَّ وَالدُّعَاءَ وَالْاِسْتِغْفَارَ عِبَادَاتٌ بَدَنِیَّۃٌ، وَقَدْ اَوْصَلَ اللّٰہُ نَفْعَھَا اِلَی الْمَیِّتِ، فَکَذَالِکَ مَاسِوَاھَا (المغنی لابن قدامہ ج۳ کتاب الجنائز)

ترجمہ: اور یہ (تمام) احادیث صحیح ہیں، اور یہ ہر قسم کی (مالی وبدنی) عبادات (کے ایصالِ ثواب) کا میت کو نفع پہنچنے کی دلیل ہیں، اس لئے کہ روزہ اور حج اور دعا اور استغفار بدنی عبادات ہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے نفع کو میت تک پہنچاتے ہیں، پس اسی طریقہ سے ان

کے علاوہ دوسری عبادات کا بھی ثواب پہنچاتے ہیں (ترجمہ ختم)

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا:

سُئِلَ: عَنْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ(وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی)وَقَوْلِہٖ ﷺ (اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ)فَھَلْ یَقْتَضِیْ ذَالِکَ اِذَامَاتَ لَایَصِلُ اِلَیْہِ شَیْئٌ مِنْ اَفْعَالِ الْبِرِّ؟

ترجمہ: سوال کیا گیا اللہ تعالیٰ کے قول ''وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی ''یعنی انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے سعی کی، اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کہ جب ابنِ آدم فوت ہوجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین چیزوں سے منقطع نہیں ہوتا، ایک تو صدقۂ جاریہ سے، دوسرے اُس علم سے جس سے فائدہ اٹھایا جائے، تیسرے نیک اولاد سے جو اس کے لئے دعا کرے، تو کیا قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب مسلمان فوت ہوجاتا ہے تو اس کو (دوسرے کے) نیک عمل کا ثواب نہیں پہنچتا؟

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

اَلْجَوَابُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَیْسَ فِی الْاٰیَةِ وَلَا فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ الْمَیِّتَ لَایَنْتَفِعُ بِدُعَاءِ الْخَلْقِ لَہٗ، وَبِمَا یُعْمَلُ عَنْہُ مِنَ الْبِرِّ بَلْ اَئِمَّةُ الْاِسْلَامِ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰی اِنْتِفَاعِ الْمَیِّتِ بِذَالِکَ، وَھٰذَا مِمَّا یُعْلَمُ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ، وَقَدْ دَلَّ عَلَیْہِ الْکِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَالْاِجْمَاعُ، فَمَنْ خَالَفَ ذَالِکَ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْبِدَعِ (الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ، ج۳، قولہ تعالیٰ وان لیس للانسان الا ماسعی)

ترجمہ: جواب یہ ہے: تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں،

اس آیت اور حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ مردہ کو مخلوق کی دعا اور جو نیک عمل اس کی طرف سے کیا جاتا ہے اس سے فائدہ نہیں ہوتا (یعنی مخلوق کی دعا اور نیک عمل سے میت کو فائدہ پہنچنے کی اس آیت یا حدیث میں نفی نہیں ہے) بلکہ ائمۂ اسلام مخلوق کی دعا اور نیک عمل سے مردہ کو نفع پہنچنے (یعنی مردہ کو ایصالِ ثواب ہونے) پر متفق ہیں، اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جو دینِ اسلام سے لازمی طور پر معلوم ہوتے ہیں، اور اس پر قرآن مجید اور سنت اور اجماع (تینوں) سے دلیل موجود ہے، پس جس نے اس (ایصال ثواب ہونے) کا انکار کیا تو وہ اہلِ بدعت میں سے ہے (ترجمہ ختم)

اور مدلّل جواب کے بعد فرمایا:

فَاللّٰہُ تَعَالٰی یُثِیْبُ ھٰذَا السَّاعِیَ عَلٰی سَعْیِہٖ الَّذِیْ ھُوَ لَہٗ، وَیَرْحَمُ ذَالِکَ الْمَیِّتَ بِسَعْیِ ھٰذَا الْحَیِّ لِدُعَائِہٖ لَہٗ وَصَدَقَتِہٖ عَنْہُ وَصِیَامِہٖ عَنْہُ وَحَجِّہٖ عَنْہُ (الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیہ، ج۳، کتاب الجنائز)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ اس سعی (یعنی نیک عمل) کرنے والے کواس کی سعی پر جوثواب ہوتا ہے وہ اس کو عطا فرماتے ہیں، اوراس زندہ کی سعی کے ذریعہ سے میت پر رحم فرماتے ہیں خواہ وہ سعی دعا کے عمل کی شکل میں ہو یااس کی نیت سے صدقہ کرنے کی شکل میں ہو، یااس کی طرف سے روزہ رکھنے کی شکل میں ہو، یااس کی طرف سے حج کرنے کی شکل میں ہو (ترجمہ ختم)

ایک موقع پر امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے قرآن مجید اور ذکر کے ذریعہ سے میت کو ثواب پہنچنے پر سوال کیا گیا، جس کا آپ نے ایصالِ ثواب کے برحق ہونے کا جواب دیا؛ وہ سوال وجواب یہ ہے:

سُئِلَ عَنْ قِرَاءَۃِ اَھْلِ الْمَیِّتِ تَصِلُ اِلَیْہِ؟ وَالتَّسْبِیْحِ وَالتَحْمِیْدِ وَالتَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ اِذَااَھْدَاہُ اِلَی الْمَیِّتِ یَصِلُ اِلَیْہِ ثَوَابُھَا اَمْ لَا؟

اَلْجَوَابُ: یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ قِرَاءَۃُ اَھْلِہٖ وَتَسْبِیْحُھُمْ وَتَکْبِیْرُھُمْ وَسَائِرُ ذِکْرِھِمِ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَھْدُوْہُ اِلَی الْمَیِّتِ وَصَلَ اِلَیْہِ(الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیہ، ج۳، کتاب الجنائز)

ترجمہ: سوال کیا گیا: اہلِ میت کے قرآن مجید کی قراءت کا ثواب مُردہ کو پہنچنے کے بارے میں اور تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمدللہ) تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) اور تکبیر (اللہ اکبر) پڑھ کر جب میت کو (ثواب) ہدیہ کیا جائے، تو کیا میت کواس کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

آپ نے جواب دیا کہ: اہلِ میت کی قراءت اوران کی تسبیح وتکبیر، اور اللہ تعالیٰ کا ہر طرح کا ذکر جب میت کی طرف اس کا (ثواب) ہدیہ کیا جائے، تو میت کو ثواب پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

اور فقہ حنبلی سے تعلق رکھنے والے مشہور عالم اور اور امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح کے نام سے ایک مستقل تصنیف فرمائی ہے جس میں انہوں نے مُردوں کو ہر قسم کی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کے ثبوت پر تفصیلی دلائل بیان فرمائے ہیں، چنانچہ وہ مختلف دلائل کے بعد فرماتے ہیں:

وَسِرُّ الْمَسْأَلَۃِ اَنَّ الثَّوَابَ مِلْکٌ لِلْعَامِلِ فَاِذَاتَبَرَّعَ بِہٖ وَاَھْدَاہُ اِلٰی اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ اَوْصَلَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ ، فَمَا الَّذِیْ خَصَّ مِنْ ھٰذَا ثَوَابَ قِرَاءَۃِ الْقُرْآنِ وَحَجَرَ عَلٰی

اَلْعَبْدِ اَنْ یُّوْصِلَهٗ اِلٰی اَخِیْهِ، وَھٰذَا عَمَلُ سَائِرِ النَّاسِ حَتَّی الْمُنْکِرِ فِیْ سَائِرِ الْاَعْصَارِ وَالْاَمْصَارِ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ مِّنَ الْعُلَمَآءِ (الروح ص ۲۲۶)

ترجمہ: اوراس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ ثواب عمل کرنے والے کی ملکیت ہے، پس جب وہ اس کو اپنے مسلمان بھائی کے لئے تبرع اور ہدیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہ ثواب اس کو پہنچادیتے ہیں، پس وہ کونسی چیز ہے کہ قرآن مجید کی قراءت کے ثواب کواس اصول وقاعدہ سے خاص کیا جائے ،اور مومن بندے پر اس چیز کی رکاوٹ ڈالی جائے کہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنے مسلمان بھائی کو ایصالِ ثواب نہیں کرسکتا،اوراس پر تو تمام لوگوں کا یہاں تک کہ انکار کرنے والے کا بھی ہر زمانے اور ہر علاقے و شہر میں علماء کی نکیر کے بغیر عمل ہوتا رہا ہے (جو قرآن مجید کی قراءت کے ذریعے ایصالِ ثواب ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے)(ترجمہ ختم)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ جوبھی عبادت اور نیک عمل کیا جائے خواہ وہ مالی عبادت ہو یا بدنی،اس کا مسلمان کو ایصالِ ثواب کرنا درست ہے۔

فقہ مالکی سے ثبوت

امام قرطبی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ’’التذکرۃ فی احوال الموتی وامورالآخرۃ‘‘ میں فرماتے ہیں:

وَاَنَّهٗ یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ ثَوَابُ مَایُقْرَأُ وَیُدْعٰی وَیُسْتَغْفَرُ لَهٗ وَیُتَصَدَّقُ عَلَیْهِ ذَکَرَهٗ اَبُوْحَامِدٍ فِیْ کِتَابِ الْاَحْیَاءِ وَاَبُوْمُحَمَّدٍ عَبْدُالْحَقِّ فِیْ کِتَابِ الْعَاقِبَةِ لَهٗ (التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامورالآخرۃ ص۷۳، باب ماجاء فی قراءۃ القرآن عند القبر حالۃ الدفن وبعدہ)

ترجمہ: اور بلاشبہ میت کو جو کچھ تلاوت کی جائے اور دعا کی جائے اوراس کے لئے استغفار کیا جائے ،اوراس پر صدقہ کیا جائے (ان سب چیزوں کا) اس کو ثواب پہنچتا ہے، ابوحامد نے کتاب الاحیاء میں اور ابومحمد عبدالحق نے اپنی کتاب العاقبۃ میں اس کا ذکر کیا ہے (ترجمہ ختم)

اورآگے چل کر فرماتے ہیں:

اَصْلُ ھٰذَاالْبَابِ الصَّدَقَةُ الَّتِیْ لَااِخْتِلَافَ فِیْهَا فَکَمَا یَصِلُ لِلْمَیِّتِ ثَوَابُهَافَکَذَالِکَ تَصِلُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَالدُّعَآءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ اِذْ کُلُّ ذَالِکَ صَدَقَةٌ فَاِنَّ الصَّدَقَةَ لَاتَخْتَصُّ بِالْمَالِ (ایضاً ص ۷۴)

ترجمہ: ایصالِ ثواب کے سلسلہ میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ صدقہ کے (ایصال ثواب کے)

بارے میں کوئی اختلاف نہیں، پس جس طرح میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے، اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت اور دعا اور استغفار کا بھی ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ صدقہ مال کے ساتھ خاص نہیں (ہر نیک عمل کو بعض جہات سے صدقہ کہا جاتا ہے) (ترجمہ ختم)

اور چند صفحات کے بعد فرماتے ہیں:

وَلَایَبْعُدُ فِیْ کَرَمِ اللہِ تَعَالیٰ اَنْ یَّلْحَقَهٗ ثَوَابُ الْقِرَاءَ ةِ وَالْاِسْتِمَاعِ جَمِیْعًا، وَیَلْحَقُهٗ ثَوَابُ مَایُھْدٰی اِلَیْهِ مِنْ قِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ، وَاِنْ لَّمْ یَسْمَعْهُ کَالصَّدَقَةِ وَالدُّعَآءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِمَا ذَکَرْنَا، وَلِاَنَّ الْقُرْآنَ دُعَآءٌ وَاِسْتِغْفَارٌ وَتَضَرُّعٌ وَاِبْتِھَالٌ، وَمَا یَتَقَرَّبُ الْمُتَقَرِّبُوْنَ اِلَی اللہِ تَعَالیٰ بِمِثْلِ الْقُرْآنِ (ایضاً ص ۷۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ بات بعید نہیں کہ میت کو قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے سننے دونوں کا ثواب پہنچتا ہے (جبکہ میت کے قریب پڑھا جائے) اور جس عمل کا ثواب بھی میت کو ہدیہ کیا جائے مثلاً قرآن مجید کی تلاوت اگرچہ میت اس کو نہ سنے تب بھی اس کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے، جیسے کہ صدقہ اور دعا اور استغفار (وغیرہ) جس کے دلائل ہم ذکر کر چکے ہیں، اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن مجید خود بھی دعا اور استغفار اور تضرع اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع (کے مضامین پر مشتمل) ہے، اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے لوگوں کے لئے قرآن مجید جیسے عمل سے قرب حاصل کرنے والا اور کون سا عمل ہوگا۔

مزید فرماتے ہیں:

وَکَثِیْرٌ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ تَدُلُّ عَلٰی ھٰذَاالْقَوْلِ وَیَشْھَدُ لَهٗ وَاَنَّ الْمُؤْمِنَ یَصِلُ اِلَیْهِ ثَوَابُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ مِنْ غَیْرِهٖ (ایضاً ص ۷۹)

ترجمہ: اور بہت سی احادیث (نیک اعمال کا میت کو ایصالِ ثواب ہونے کے) اس قول پر دلالت کرتی اور شہادت دیتی ہیں، اور بلاشبہ مؤمن کو دوسرے کے نیک عمل کا ثواب پہنچتا ہے

شرح مختصر خلیل میں ہے:

وَاَمَّا ثَوَابُ الْقِرَآءَ ةِ فَیَصِلُ عِنْدَ مَالِکٍ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَابْنِ حَنْبَلٍ لَاعِنْدَ الشَّافِعِیِّ ذَکَرَهُ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ اَلذَّاکِرُ وَلٰکِنْ ذَکَرَ الْقَرَافِیُّ اَنَّ مَذْھَبَ مَالِکٍ عَدَمُ الْوُصُوْلِ ثُمَّ اَنَّ مَحَلَّ الْخِلَافِ حَیْثُ لَمْ یَخْرُجْ مَخْرَجَ الدُّعَاءِ کَأَنْ یَقُوْلَ اَجْعَلُ ثَوَابَ قِرَاءَتِیْ لِفُلَانٍ فَاِنَّهٗ یَکُوْنُ لَهٗ اِجْمَاعًا کَمَا ذَکَرَهٗ

صَاحِبُ الْمَدْخَلِ (شرح مختصر خلیل للخرشی ،باب احکام الحج والعمرة)

ترجمہ: اور رہا قرآن مجید کی تلاوت کے ثواب کا معاملہ تو امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک اس کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے، لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں پہنچتا، شیخ عبدالقادر ذاکرنے یہ (مذکورہ) بات ذکر فرمائی ہے، لیکن امام قرافی نے ذکر فرمایا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اس کا ثواب نہیں پہنچتا، پھر اختلاف صرف اس صورت میں ہے جبکہ تلاوت کے بعد دعا نہ کی جائے، جیسے کہ یہ کہے کہ میری اس قراءت کا ثواب فلاں کو پہنچا دیجئے، کیونکہ اس صورت میں ثواب پہنچنے پر اجماع ہے، جیسا کہ صاحبِ مدخل نے ذکر فرمایا ہے۔

مواہبُ الجلیل میں ہے:

وَقَالَ اَبُوالْفَرَجِ الْبَغْدَادِیُّ فِی الْحَاوِیْ لَوْ صَلّٰی اِنْسٌ عَنْ غَیْرِهٖ بِمَعْنٰی اَنَّهٗ یُشْرِکُهٗ فِیْ ثَوَابِ صَلَاتِهٖ جَازَ ذَالِکَ ذَکَرَهٗ فِی الْحَجِّ (مواهب الجلیل فی شرح مختصر الخلیل فرع افضل ارکان الحج)

ترجمہ: اور ابوالفرج بغدادی نے حاوی میں فرمایا کہ اگر کوئی انسان دوسرے کی طرف سے اس غرض سے نماز پڑھے کہ اس کو نماز کے ثواب میں شریک کرے تو یہ جائز ہے، حج کے بیان میں انہوں نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

نیز شرح کبیر کے حاشیہ دسوقی میں ہے:

اَفْتٰی بِهٖ اِبْنُ رُشْدٍ وَذَهَبَ اِلَیْهِ غَیْرُوَاحِدٍ مِنْ اَئِمَّتِنَا الْاُنْدُلُسِیِّیْنَ اَنَّ الْمَیِّتَ یَنْتَفِعُ بِقِرَآءَةِ الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ وَیَصِلُ اِلَیْهِ نَفْعُهٗ وَیَحْصُلُ لَهٗ اَجْرُهٗ اِذَا وَهَبَ الْقَارِئُ ثَوَابَهٗ لَهٗ، وَبِهٖ جَرٰی عَمَلُ الْمُسْلِمِیْنَ شَرْقًا وَغَرْبًا وَوَقَفُوْا عَلٰی ذَالِکَ اَوْقَافًا وَاسْتَمَرَّ عَلَیْهِ الْاَمْرُ مُنْذُ اَزْمِنَةٍ سَالِفَةٍ (حاشیة الدسوقی ج ۱، زیارة القبور لمحمد بن احمد بن عرفة الدسوقی المالکی)

ترجمہ: علامہ ابنِ رُشد نے اس پر فتویٰ دیا ہے، اور ہمارے اُندلس کے ائمہ میں سے کئی حضرات اس طرف گئے ہیں کہ میت کو قرآنِ کریم کی قراءت سے نفع ہوتا ہے، اور اُس کو اس کا نفع پہنچتا ہے، اور اس کو اِس کا اجرو ثواب حاصل ہوتا ہے، جبکہ قراءت کرنے والا اُس کا ثواب میت کو ہبہ کرے اور اسی پر مشرق اور مغرب کے تمام مسلمانوں کا عمل جاری ہے اور

انہوں نے اس غرض (یعنی میت کو قراءت وغیرہ کا ثواب پہنچانے) کے لیے بہت سی چیزیں وقف کی ہیں، اور ہمیشہ سے اس پر عمل جاری ہے (ترجمہ ختم)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ بدنی عبادات مثلاً قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کا بھی کسی مسلمان کو ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، لیکن بدنی عبادت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچنے کی دعا کر لینی چاہیئے۔

فقہ شافعی سے ثبوت

بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کے ثبوت کے دلائل اتنے قوی اور مضبوط ہیں کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اموات کی طرف سے مالی عبادات کی طرح بدنی عبادات کا بھی ایصالِ ثواب کرنا اور ایصالِ ثواب کئے جانے والے لوگوں کو نفع اور ثواب پہنچنا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس لئے یہی حق ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں امام بیہقی سے نقل کرتے ہیں۔

”قَالَ الْبَیْہَقِیُّ فِی الْخِلَافِیَاتِ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃُ ثَابِتَۃٌ لَا اَعْلَمُ خِلَافاً بَیْنَ اَھْلِ الْحَدِیْثِ فِیْ صِحَّتِھَا فَوَجَبَ الْعَمَلُ بِھَا“ (فتح الباری جز ۷، ص ۲۸۵)

ترجمہ: ”امام بیہقی رحمہ اللہ نے خلافیات میں فرمایا کہ یہ مسئلہ (یعنی فوت شدہ مسلمانوں کو نماز روزہ سے ایصالِ ثواب کرنا) ثابت ہے اور اس کے ثبوت کے صحیح ہونے میں مجھے معلوم نہیں کہ محدثین میں کوئی اختلاف ہو؛ لہٰذا اسی کے مطابق عمل واجب ہے“ (ترجمہ ختم)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ جو امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں ان کا اپنا رُجحان بھی مالی عبادات کے ساتھ بدنی عبادات تلاوت وغیرہ کے ذریعہ ایصالِ ثواب کے ثبوت کی طرف ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

اُخْتُلِفَ فِیْ وُصُوْلِ ثَوَابِ الْقِرآءَ ۃِ لِلْمَیِّتِ فَجُمْھُوْرُ السَّلَفِ وَالْاَئِمَّۃُ الثَّلَاثَۃِ عَلَی الْوُصُوْلِ ،وَخَالَفَ فِیْ ذَالِکَ اِمَامُنَا الشَّافِعِیُّ............ وَاسْتَدَلُّوْا عَلٰی الْوُصُوْلِ بِالْقِیَاسِ عَلٰی مَاتَقَدَّمَ مِنَ الدُّعَآءِ وَالصَّدَقَۃِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَالْعِتْقِ ، فَاِنَّہٗ لَافَرْقَ فِیْ نَقْلِ الثَّوَابِ بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ عَنْ حَجٍّ اَوْ صَدَقَۃٍ اَوْوَقْفٍ اَوْ دُعَاءٍ اَوْ قِرَآءَۃٍ وَبِالْاَحَادِیْثِ الْآتِیِّ ذِکْرُھَا، وَھِیَ وَاِنْ کَانَتْ ضَعِیْفَۃً فَمَجْمُوْعُھَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ لِذَالِکَ اَصلاً ، وَبِاَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ مَازَالُوْا فِیْ کُلِّ عَصْرٍ یَجْتَمِعُوْنَ وَیَقْرَءُوْنَ لِمَوْتَاھُمْ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ، فَکَانَ ذَالِکَ اِجْمَاعًا ، ذَکَرَ ذَالِکَ کُلَّہُ الْحَافِظُ

شَمُسُ الدِّیُنِ بُنُ عَبُدِالْوَاحِدِ الْمُقَدَّسِیِّ الْحَنُبَلِیِّ فِیُ جُزْءٍ اَلَّفَهُ فِی الْمَسْئَلَةِ .قَالَ الْقُرُطَبِیُّ :وَقَدْکَانَ الشَّیُخُ عِزُّالدِّیُنُ بُنُ عَبُدِ السَّلامِ یُفْتِیُ بِأَنَّهُ لایَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ ثَوَابُ مَایُقُرَأُ لَهُ فَلَمَّا تَوَفّٰی رَآهُ بَعُضُ أَصُحَابِهٖ فَقَالَ لَهُ اِنَّکَ کُنُتَ تَقُوُلُ اِنَّهُ لَا یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ ثَوَابُ مَایُقُرَأُ وَیُهُدیٰ اِلَیُهِ فَکَیُفَ الْأَمُرُ؟قَالَ لَهُ کُنُتُ أَقُوُلُ ذَالِکَ فِیُ دَارِالدُّنُیَا وَالْآنَ فَقَدْ رَجَعُتُ عَنُهُ لَمَّا رَأَیُتُ مِنُ کَرَمِ اللّٰهِ فِیُ ذَالِکَ وَأَنَّهُ یَصِلُ إِلَیُهِ ثَوَابُ ذَالِکَ (شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور ص ۲۹۵، الباب الواحد والخمسون ،باب فی قراء ۃ القرآن للمیت او علی القبر)

ترجمہ: میت کوقرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے، جمہورسلف اورتینوں فقہ کے ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے،اور ہمارے امام شافعی رحمہ اللہ اس کے مخالف ہیں (امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب دے کر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) جمہورسلف اور تینوں ائمہ نے میت کوتلاوت کا ثواب پہنچنے کے بارے میں (اولاً تو) اُن چیزوں پر قیاس کے ذریعہ سے استدلال کیا ہے جو پہلے گزر چکیں ،یعنی دعااورصدقہ، اورروزہ اورحج اورغلام کوآزادکرنا، کیونکہ ثواب کے منتقل ہونے میں کوئی فرق نہیں اس بارے میں کہ وہ حج کا ثواب ہو یاصدقہ کا ہو یاوقف کا ہو یادعا کا ہو یاقرآن مجید کی تلاوت کا ہو، اور(دوسرے)ان حضرات نے ان احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جن کا ذکرآگے آرہاہے،اوروہ احادیث اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہوں،لیکن اُن کے مجموعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کی بنیادموجود ہے(اورمیت کوقرآن مجید کی تلاوت کے ذریعہ سے ثواب پہنچنے کا یہ مسئلہ بے بنیادنہیں ہے)اور(تیسرے)ان حضرات نے اس چیز سے بھی استدلال کیا ہے کہ مسلمان ہرزمانے میں مجموعی طور پر اپنے مُردوں کے لئے قرآن مجید پڑھتے ہیں،اوراس پرکوئی نکیرنہیں کی جاتی، پس یہ مسلمانوں کا اجماع ہوگیا،ان تمام دلائل کو حافظ شمس الدین بن عبدالواحدمقدسی حنبلی نے اپنے اس مسئلہ کے بارے میں ایک تالیف شدہ رسالہ میں ذکرکیاہے۔امام قرطبی نے فرمایا کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میت کوقرآن مجید کی تلاوت کا ثواب نہیں پہنچتا، پس جب وہ فوت ہوگئے تو اُن کے بعض ساتھیوں نے اُن کوخواب میں دیکھا اوراُن سے کہا کہ آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب اوراس کا ہدیہ میت کونہیں پہنچتا؛ تواس کی کیا حقیقت ہے؟ توانہوں نے

جواب میں فرمایا کہ میں عالَمِ دنیا میں تو یہ بات کہا کرتا تھا اور اب میں نے اس بات سے رجوع کرلیا ہے، جبکہ میں نے تلاوت کے ایصالِ ثواب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے کرم کو دیکھا اور یہ بات دیکھی کہ مُردے کو اس کا ثواب پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

علامہ زین الدین بن عبدالعزیز ملیباری فنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَمَّا الْقِرَاءَةُ فَقَدْ قَالَ النَّوَوِیُّ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ اَلْمَشْهُوْرُ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِیِّ اَنَّهٗ لَایَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَی الْمَیِّتِ وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا یَصِلُ ثَوَابُهَا لِلْمَیِّتِ بِمُجَرَّدِ قَصْدِهٖ بِهَا، وَلَوْ بَعْدَهَا، وَعَلَیْهِ الْاَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ وَاخْتَارَهٗ كَثِیْرُوْنَ مِنْ اَئِمَّتِنَا وَاعْتَمَدَهُ السُّبْكِیُّ وَغَیْرُهٗ فَقَالَ وَالَّذِیْ دَلَّ عَلَیْهِ الْخَبَرُ بِالْاِسْتِنْبَاطِ اَنَّ بَعْضَ الْقُرْآنِ اِذَا قُصِدَ بِهٖ نَفْعُ الْمَیِّتِ نَفَعَهٗ وَبَیَّنَ ذَالِكَ وَحَمَلَ جَمْعٌ عَدَمَ الْوُصُوْلِ الَّذِیْ قَالَ النَّوَوِیُّ عَلٰی مَا اِذَا قَرَأَ لَابِحَضْرَةِ الْمَیِّتِ وَلَمْ یَنْوِ الْقَارِیُٔ ثَوَابَ قِرَائَتِهٖ لَهٗ اَوْ نَوَاهُ وَلَمْ یَدْعُ وَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِیُّ وَالْاَصْحَابُ عَلٰی نُدُبِ قِرَاءَةِ مَا تَیَسَّرَ عِنْدَا لْمَیِّتِ وَالدُّعَآءِ عَقِبَهَا اَیْ لِاَنَّهٗ حِیْنَئِذٍ اَرْجٰی لِـلْاِجَابَةِ، وَلِاَنَّ الْمَیِّتَ تَنَالُهٗ بَرَكَةُ الْقِرَاءَةِ كَالْحَیِّ الْحَاضِرِ، قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ وَیَنْبَغِیْ الْجَزْمُ بِنَفْعِ اَللّٰهُمَّ اَوْصِلْ ثَوَابَ مَاقَرَأْتُهٗ اَیْ مِثْلَهٗ فَهُوَ الْمُرَادُ وَاِنْ لَّمْ یُّصَرِّحْ بِهٖ لِفُلَانٍ لِاَنَّهٗ اِذَا نَفَعَهُ الدُّعَآءُ بِمَا لَیْسَ لِلدَّاعِیْ فَمَالَهٗ اَوْلٰی وَیَجْرِیْ هٰذَا فِیْ سَائِرِ الْاَعْمَالِ مِنْ صَلَاةٍ وَصَوْمٍ وَغَیْرِهَا (فتح المعین شرح قرۃ العین بمهمات الدین ج۳ص ۲۶۰)

ترجمہ: جہاں تک قرآن مجید کی تلاوت کا معاملہ ہے، تو امام نووی رحمہ اللہ نے مسلم کی شرح میں فرمایا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور نظریہ تو یہی ہے کہ میت کو قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب نہیں پہنچتا، اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ میت کو اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے، صرف ثواب پہنچانے کی نیت کرلینے سے ہی، اگرچہ بعد میں ہی نیت کیوں نہ کی جائے، اور تینوں ائمہ (امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ) کا اس پر اتفاق ہے، اور ہمارے ائمہ میں سے بہت سوں نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور امام سبکی وغیرہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ حدیث سے استنباط کرتے ہوئے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے کسی حصے کو پڑھ کر جب میت کو نفع پہنچانے کا ارادہ کیا جائے تو اس سے اس کو نفع پہنچتا ہے، اور اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ایک بہت بڑی جماعت نے ثواب نہ پہنچنے کو اس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے جو امام نووی نے فرمائی کہ جب میت کی غیر

موجودگی میں پڑھا جائے، اور اُس تلاوت سے میت کو ثواب پہنچانے کی نیت نہ کی جائے یا نیت تو کی جائے مگر میت کو ثواب پہنچنے کی دعا نہ کی جائے، اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ میت کے نزدیک جتنی قراءت ہو سکے اور اس کے بعد دعا کرنا مستحب ہے، یعنی اس وقت میں قبولیت کی زیادہ امید ہے، اور اس لئے کہ میت کو قراءت کی برکت حاصل ہوتی ہے جیسے کہ زندہ موجود شخص کو حاصل ہوتی ہے، امام ابنِ صلاح نے فرمایا کہ میت کو نفع پہنچنے کا یقین کر لینا ہی مناسب ہے، جبکہ یہ دعا کی جائی کہ اے اللہ! جو میں نے پڑھا ہے اس کے مثل میت کو ثواب پہنچا دیجئے، اور مقصود یہی ہے، اگرچہ کسی کا زبان سے نام بھی نہ لے، کیونکہ جب مسلمان کو ایسی چیز کی دعا کا بھی فائدہ ہوتا ہے جو دعا کرنے والے کے پاس نہیں ہوتی، تو جو اس کے پاس موجود ہے یعنی ثواب، اس کا فائدہ تو بدرجہ اولیٰ پہنچتا ہے، اور یہ اصول تمام نیک اعمال میں جاری ہوتا ہے، چاہے وہ نماز ہو یا روزہ ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور عبادت ہو (ترجمہ ختم)

تحفۃ الحبیب میں ہے:

وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ اِذَانَوٰی ثَوَابَ قِرَاءَةٍ لَهٗ اَوْ دَعَا عَقِبَهَا بِحُصُوْلِ ثَوَابِهَا لَهٗ اَوْ قَرَءَ عِنْدَقَبْرِهٖ حَصَلَ لَهٗ مِثْلَ ثَوَابَ قِرَاءَتِهٖ وَحَصَلَ لِلْقَارِئْ اَيْضًا ثَوَابٌ (تحفة الحبيب على شرح الخطيب فصل فى الجنازة)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ جب میت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کے ثواب کی نیت کرے، یا تلاوت کرنے کے بعد میت کو اس کا ثواب حاصل ہونے کی دعا کرے، یا میت کی قبر کے پاس تلاوت کرے، تو (ان سب صورتوں میں) میت کو اس کی قراءت کے ثواب کے برابر اجر حاصل ہو جاتا ہے اور قراءت و تلاوت کرنے والے کو بھی ثواب حاصل ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

علامہ دمیاطی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْمُحِبُّ الطَّبَرِیُ يَصِلُ لِلْمَيّت كُلَّ عِبَادَةٍ تُفْعَلُ وَاجِبَةً اَوْ مَنْدُوْبَةً وَفِیْ شَرْحِ الْمُخْتَارِ لِمُؤَلِّفِهٖ فَذَهَبَ اَهْلُ السُّنَّةِ اَنَّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ وَصَلَاتِهٖ لِغَيْرِهٖ وَيَصِلُهٗ اه (اعانة الطالبين جلد ۱ صفحه ۳۳)

ترجمہ: اور محبّ طبری نے فرمایا کہ میت کو جو بھی عبادت کی جائے خواہ واجب ہو یا نفلی اس کا ثواب پہنچتا ہے، اور انہیں کی تالیف شرح مختار میں ہے کہ اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ انسان

کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل اور نماز (وغیرہ) کا ثواب دوسرے کو پہنچادے، اور دوسرے کو اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے (ترجمہ ختم)

ان حوالہ جات سے بھی معلوم ہوا کہ بدنی عبادات مثلاً قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کا بھی کسی مسلمان کو ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، لیکن بدنی عبادت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچنے کی دعا کرلینی چاہئے۔

مطلق ایصالِ ثواب کے منکر معتزلی اور بدعتی ہیں

جو لوگ مالی اور بدنی ہر قسم کی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں، وہ دراصل معتزلی اور بدعتی ہیں، اہلُ السنۃ والجماعۃ سے اُن کا تعلق نہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَالْاِجْمَاعُ، فَمَنْ خَالَفَ ذَالِکَ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ (الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ، ج۳، قولہ تعالیٰ وان لیس للانسان الا ماسعی)

ترجمہ: اور اس (مطلق ایصالِ ثواب) پر قرآن مجید اور سنت اور اجماع (تینوں) سے دلیل موجود ہے، پس جس نے اس (ایصالِ ثواب ہونے) کا انکار کیا تو وہ اہلِ بدعت میں سے ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ صدرالدین ابن ابی العزرحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْبِدَعِ مِنْ اَهْلِ الْكَلَامِ اِلٰى عَدَمِ وُصُوْلِ شَيْئٍ اَلْبَتَّةَ لَا الدُّعَآءُ وَلَاغَيْرُهٗ وَقَوْلُهُمْ مَرْدُوْدٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ لٰكِنَّهُمْ اِسْتَدَلُّوْا بِالْمُتَشَابِهِ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۴۴۹)

ترجمہ: اور بعض بدعتی عقائد رکھنے والے اس طرف گئے ہیں کہ کسی چیز کا بھی ثواب نہیں پہنچتا، نہ تو دعا کا اور نہ اس کے علاوہ (کسی مالی وبدنی عبادت) کا، اور ان اہلِ بدعت کا قول کتاب وسنت کی رُو سے مردود ہے، البتہ ان لوگوں نے (بعض قرآن وحدیث کی) متشابہ چیزوں سے استدلال کیا ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْبِدَعِ مِنْ اَهْلِ الْكَلَامِ اَنَّهٗ لَايَصِلُ اِلَى الْمَيِّتِ بِشَيْئٍ اَلْبَتَّةَ لَادُعَاءُهٗ وَلَاغَيْرُهٗ (کتاب الروح ص ۱۹۰، المسئالۃ السادسۃ عشرۃ)

ترجمہ: اور بعض بدعتی عقائد رکھنے والے اس طرف گئے ہیں کہ میت کو کسی بھی عمل کا ثواب نہیں پہنچتا، نہ تو دعا کا اور نہ ہی اس کے علاوہ (کسی مالی و بدنی عبادت) کا (ترجمہ ختم)

اور ملاعلی قاری رحمہ اللہ ''فقہ اکبر'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

اَنَّ دُعَاءَ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَصَدَقَتھُمْ عَنْھُمْ نَفْعٌ لَّھُمْ فِیْ عُلُوِّ الْحَالَاتِ، خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۹)

ترجمہ: بلاشبہ زندوں کی مُردوں کے لئے دعا اور زندوں کے مُردوں کی طرف سے صدقہ کرنے سے مُردوں کے حالات بلند ہونے کا فائدہ ہوتا ہے، مگر معتزلہ فرقہ اس کے خلاف ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَخَالَفَ فِیْ کُلِّ الْعِبَادَاتِ اَلْمُعْتَزِلَةُ (فتح القدیر باب الحج عن الغیر ج ۶ ص ۱۳۲)

ترجمہ: اور معتزلہ نے (مالی اور بدنی ہر قسم کی) عبادات میں (ایصالِ ثواب میں جمہور کی) مخالفت کی ہے (ترجمہ ختم)

فقط واللہ اعلم محمد رضوان ۔ ۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۶/ مئی ۲۰۰۸ء

دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

وساوِس اور اُن کا علاج

کیا آپ کو وسوسے پریشان کرتے ہیں؟ اور کیا آپ کو ایمان وکفر، وضو، پاکی ناپاکی، طلاق، بدگمانی، ریاکاری یا دوسرے گناہوں کے متعلق مختلف وساوس آتے ہیں؟ اور کیا آپ کو نماز اور ذکر وتلاوت یا دوسرے نیک اعمال میں مختلف قسم کے وسوسے ستاتے ہیں؟ اور کیا آپ کو وہم یا مالیخولیا (Melancholia) کی بیماری ہے؟ جس کی وجہ سے آپ ذہنی اذیت، کوفت اور ٹینشن میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور آپ ان سب پریشانیوں سے نجات حاصل کرنا اور خشوع حاصل کرنا اور ذہن ودل کو یکسو کرنا چاہتے ہیں؟ تو آپ رسالہ ھٰذا کا مطالعہ فرمائیں، جو وساوس اور اوھام وتخیلات اور مالیخولیا (Melancholia) میں مبتلا پریشان حال لوگوں کے لئے مفید ہے۔

مصنّف:

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

۱۰ر رجب ۱۴۲۲ھ ۲۸ر اکتوبر، ۲۰۰۱ء بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

ڈاکو کے ہاتھوں قتل ہونے والے کا حکم

سوال: کیا دوکان کے اندر ڈاکو کے ہاتھوں قتل ہونیوالا شخص شہید ہے؟ قرآن وسنت کے حوالے سے بتائیں شکریہ۔ اگر شہید ہے تو کس درجہ کا؟

جواب: قرآن وسنت کی روشنی میں شہادت کا مرتبہ پانے والوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، ایک وہ شہید ہے جو دنیا کے اعتبار سے بھی شہید ہے، یعنی اس دنیا میں بھی اس پر شہیدوں کے مخصوص احکام جاری ہوتے ہیں اور آخرت کے اعتبار سے بھی اس کو شہیدوں جیسا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ یہ شہیدِ حقیقی کہلاتا ہے
دوسری قسم کا شہید وہ ہے جس کو آخرت میں شہیدوں جیسا ثواب تو حاصل ہوتا ہے، مگر اس پر دنیا کے اعتبار سے شہیدوں کے مخصوص احکام جاری نہیں ہوتے، یہ شہیدِ حکمی کہلاتا ہے۔
یعنی اُس پر شریعت نے شہید ہونے کا حکم لگا دیا ہے، اگرچہ دنیوی اعتبار سے اس پر شہیدوں کے مخصوص احکام جاری نہیں ہوتے۔

حقیقی شہید کے بعض مخصوص احکام

حقیقی شہید کو کامل شہید بھی کہا جاتا ہے، اس کے مخصوص احکام میں سے ایک حکم یہ ہے، کہ ایسے شہید کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا، بلکہ اسی طرح اس کے جسم پر خون لگا ہوا ہونے کی حالت میں اور اُسی لباس کے اندر جس میں اس کی وفات ہوئی ہے، اُس کو نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جاتا ہے۔

اس کا لباس اگر کفن کے مسنون عدد کے برابر اس کے جسم پر ہوتا ہے، تو وہ لباس اس پر برقرار رکھا جاتا ہے، اور اگر کفن کے مسنون عدد سے کم ہوتا ہے، تو سنت کے مطابق اس کے لباس کی تعداد پوری کی جاتی ہے، اور اگر اس کے جسم پر مسنون کفن سے زیادہ لباس ہوتا ہے، مثلاً اس نے واسکٹ پہنی ہوئی ہے، یا بنیان پہنا ہوا ہے، تو اس طرح کی ضرورت سے زیادہ چیزیں اس کے جسم سے اُتار لی جاتی ہیں۔

لیکن اس کے جسم یا کپڑوں پر اگر خون کے علاوہ کوئی ناپاکی لگی ہوئی ہو تو اس کو دھویا جائے گا، یہ شہیدِ کامل کے بعض مخصوص احکام ہیں۔

شہیدِ حکمی کے دنیوی احکام

شہیدِ حکمی پر اس دنیا کے اعتبار سے شہیدوں کے احکام جاری نہیں ہوتے، چنانچہ ایسے شہید کو غسل بھی دیا جاتا ہے، اور سنت کے مطابق کفن بھی دیا جاتا ہے، اور غسل و کفن کے بعد جنازہ پڑھ کر دفن کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دنیوی اعتبار سے شہیدوں کے مخصوص احکام تو اس پر جاری نہیں ہوتے البتہ آخرت میں اس کو شہیدوں والا ثواب حاصل ہوتا ہے، آخرت میں یہ شہیدوں کے ساتھ اٹھے گا، یہ شہیدِ ناقص بھی کہلاتا ہے اور شہیدِ حکمی بھی کہلاتا ہے، اس طرح کے شہید کی آگے پھر بہت سی قسمیں ہیں، شہیدوں کے اسی گروہ میں وہ شخص بھی شامل ہے، جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ:

''مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْد'' (بخاری ومسلم)

کہ جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو گیا وہ شہید ہے

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے، ڈاکوؤں کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا ہے، وہ بھی شہید ہوتا ہے، یعنی اس کو شہیدوں جیسا ثواب حاصل ہوتا ہے، اور اگر اس میں حقیقی شہید کی سب شرائط پائی جائیں، تو دنیا میں بھی اس پر شہید کے مخصوص احکام جاری ہوں گے۔

ڈاکوؤں کے لئے وعید

جو شخص ڈاکہ زنی میں مبتلا ہو، اس کیلئے اتنی بڑی وعید ہے کہ چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں، لیکن اگر وہ ڈاکہ زنی کرتے ہوئے قتل ہو جائے تو شرعاً حکم یہ ہے؛ کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(ملاحظہ ہو عمدۃ الفقہ دوسرا حصہ صفحہ ۵۵۳، احکامِ میت صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۳، شہید کے فضائل ومسائل صفحہ ۸۸ ومابعد)

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط ۵)

حضرت ہاجرہ کی وفات اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیم وتربیت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَأَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ الخ (صحیح البخاری حدیث نمبر ۳۱۱۳)

ترجمہ: اور بچہ (اسماعیل علیہ السلام قبیلہ) جرہم کے بچوں میں جوان ہوا، اور ان سے عربی سیکھ لی، جوانی میں (حضرت) اسماعیل علیہ السلام ایسے تھے کہ آپ پر سب کی نظریں اٹھتی تھیں، اور سب سے زیادہ آپ بھلے لگتے، چنانچہ جرہم والوں نے آپ کی اپنے قبیلہ کی ایک لڑکی سے شادی کرادی، پھر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجرہ علیہ السلام) کا بھی انتقال ہوگیا (الیٰ آخر الحدیث)

کیا عربی زبان کے بانی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں؟

وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ (اور ان سے عربی سیکھ لی): سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والدین کی زبان عربی نہیں تھی، کیونکہ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان عربی ہوتی تو آپ کو قبیلہ جرہم میں عربی سیکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

لیکن اس کے برعکس بعض روایات میں یہ ملتا ہے کہ سب سے پہلے عربی زبان میں کلام حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کیا۔ [1]

محدثین نے دونوں قسم کی روایات کو سامنے رکھ کر ترجیح اور تطبیق دونوں راستے اختیار فرمائیں ہیں، چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک جن روایات میں سب سے پہلے عربی میں کلام کرنے کی نسبت حضرت اسماعیل

---

[1] روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

اول من نطق بالعربية...... اسماعيل (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۱۵۷۱)

’’سب سے پہلے عربی زبان میں کلام حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کیا‘‘

Iqra Ghufran

علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے وہ ضعیف ہیں اس لئے قابلِ استدلال نہیں۔ [۱]

اور بعض حضرات نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگرچہ اسماعیل علیہ السلام سب سے پہلے عربی زبان میں کلام کرنے والے نہیں لیکن سب سے پہلے فصیح عربی زبان میں کلام حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ہی کیا، اور اسی وجہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ابوالفصاحۃ کہا جاتا تھا۔ [۲]

اور بعض حضرات کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باقی اولاد کی طرف نسبت کرتے ہوئے اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہو کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولادوں میں سب سے پہلے عربی زبان میں کلام فرمایا۔ [۳]

---

[۱] فیہ اشعار بان لسان امہ وابیہ لم یکن عربیا ، وفیہ تضعیف لقول من روی انہ اول من تکلم بالعربیۃ (فتح الباری لابن حجر درذیل حدیث نمبر ۳۱۱۳)

[۲] کنز العمال میں یہ روایت اس طرح نقل کی گئی ہے:

اول من فتق اللہ لسانہ بالعربیۃ المبینۃ اسماعیل وھو ابن عشر سنین (کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۳۰۹ بحوالہ شیرازی فی الالقاب)

یعنی سب سے پہلے فصیح عربی اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی زبان سے جاری فرمائی

[۳] وقال العینی:

لیس فیہ تضعیف ذالک لان المعنیٰ اول من تکلم بالعربیۃ من اولاد ابراھیم اسماعیل علیھما الصلاۃ والسلام لان ابراھیم واھلہ کلھم لم یکونوا یتکلمون بالعربیۃ فالاولیۃ امر نسبی فبالنسبۃ الیھم ھو اول من تکلم بالعربیۃ لابالنسبۃ الیٰ جرھم (عمدۃ القاری ،کتاب احادیث الانبیاء ،باب یزفون النسلان فی المشی)

ویحتمل ان تکون الاولیۃ فی الحدیث مقیدۃ باسماعیل بالنسبۃ الی بقیۃ اخوتہ من ولد ابراھیم فاسماعیل اول من نطق بالعربیۃ من ولد ابرھیم (فتح الباری لابن حجر درذیل حدیث نمبر ۳۱۱۳)

وقال القرطبی:

واختلف فی اول من تکلم باللسان العربی فروی عن کعب الاحبار: ان اول من وضع الکتاب العربی والسریانی والکتب کلھا وتکلھم بالالسنہ کلھا آدم علیہ السلام ، وقالہ غیر کعب الاحبار

فان قیل :قد روی عن کعب الاحبار من وجہ حسن قال : اول من تکلم بالعربیۃ جبریل علیہ السلام وھوالذی القاھا علی لسان نوح علیہ السلام والقاھا نوح علی لسان ابنہ سام ورواہ ثور بن زید عن خالد بن معدان عن کعب وروی عن النبی ﷺ انہ قال :اول من فتق اللہ لسانہ بالعربیۃ المبینۃ اسماعیل وھو ابن عشر سنین وقد روی ایضا:ان اول من تکلم بالعربیۃ یعرب بن قحطان وقد روی غیر ذالک قلنا: الصحیح ان اول من تکلم باللغات کلھا من البشر آدم علیہ السلام ،والقرآن یشھد لہ قال اللہ تعالیٰ: وعلم آدم الاسماء کلھا، واللغات کلھا اسماء فھی داخلۃ تحتہ وبھذا جاء ت السنۃ ....وماذکروہ یحتمل ان یکون المراد بہ اول من تکلم بالعربیۃ من ولد ابراھیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام ، وکذالک ان صح ماسواہ فانہ یکون محمولا علی ان المذکور اول من تکلم من قبیلتہ بالعربیۃ بدلیل ماذکرنا واللہ اعلم (ج ۱ ص ۲۸۳)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح اور حضرت ہاجرہ کی وفات

حضرت اسماعیل علیہ السلام بچپن ہی سے بڑے خوبصورت اور وجیہہ تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں بہت نفیس اور فصاحت والا کلام کرتے تھے، اسی وجہ سے لوگ آپ سے انس اور محبت کرتے تھے، اور ہر کوئی کوشش کرتا تھا کہ کسی طرح سے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے رشتہ داری والا تعلق پیدا ہو جائے۔ [۱]

کچھ عرصہ بعد آپ نے قبیلہ جرہم ہی کی ایک خاتون سے نکاح فرمالیا، روایات میں اس خاتون کے مختلف نام ملتے ہیں مثلاً جداء بنت سعد، عمارۃ بنت سعد بن اسامہ، حیۃ بنت اسعد بن عملق وغیرہ۔ [۲]

اسی دوران جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر ۲۰ سال تھی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، انتقال کے وقت حضرت ہاجرہ کی عمر ۹۰ سال تھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کی تدفین فرمائی۔ [۳] (جاری ہے)

---

[۱] قوله (وانفسهم) بفتح الفاء بلفظ افعل التفضيل من النفاسة اى كثرت رغبتهم فيه، ووقع عند الاسماعيلى وانسهم بغير فاء من الانس، وقال الكرمانى انفسهم اى رغبتهم فى مصاهرته لنفاسته عندهم، وقال ابن الاثير انفسهم عطفا على قوله تعليم العربية اى رغبهم فيه اذ صار نفيسا عندهم (فتح البارى لابن حجر درذيل حديث نمبر ۳۱۱۳)

[۲] قال السهيلى اسمها جداء بنت سعد وعن ابن اسحاق ان اسمها عمارة بنت سعد بن اسامة وفى حديث ابى جهم انها بنت صدى ولم يسمها وقال عمر بن شبة اسمها حية بنت اسعد بن عملق وعن ابن اسحاق ان اسماعيل خطبها الىٰ ابيها فزوجها منه (عمدة القارى، كتاب احاديث الانبياء، باب يزفون النسلان فى المشى، وهكذافى فتح البارى لابن حجر درذيل حديث نمبر ۳۱۱۳)

[۳] وماتت ام اسماعيل يعنى فى خلال ذالک وفى رواية عطاء بن السائب فقدم ابراهيم وقد ماتت هاجر عليها السلام وكان عمرها تسعين سنة فدفنها اسماعيل عليه الصلاة والسلام فى الحجر (عمدة القارى، كتاب احاديث الانبياء، باب يزفون النسلان فى المشى)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا مقبولِ عام، مفید ترین رسالہ

جزآءُ الاعمال

جو اصلاحی نصاب اور تبلیغی نصاب دونوں کا اہم ترین جزو ہے، پہلی مرتبہ فہرستِ مضامین، ذیلی عنوانات اور آیات واحادیث اور فارسی اشعار کے ترجمہ کے ساتھ

اضافات: محمد اقبال قریشی

(مندرجہ ذیل پتہ پر دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت طلب فرمائیں)

ناشر: مجلس صیانۃ المسلمین: C/O جامع مسجد تھانیوالی، ہارون آباد، ضلع بہاولنگر

Idara Ghufran

طب وصحت   مفتی محمد رضوان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

باورچی خانہ یا دواخانہ

پرانے لوگ سمجھدار ہوا کرتے تھے، اور وہ اپنے کھانے پینے کے ضروری اوصاف اور خصوصیات سے واقف تھے اور مسلمانوں میں اسلامی و یونانی طب کا رواج تھا، جس کی وجہ سے روزمرّہ کھانے پینے کی اشیاء میں صحت وتن درستی کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا، اور اسی کے نتیجہ میں گھر کا باورچی خانہ دراصل ایک دواخانہ ہوا کرتا تھا، اور کھانا تیار کرنے کے دوران مناسب مقدار میں جڑی بوٹیاں شامل کرکے کھانے کی اصلاح اور مضر اثرات سے حفاظت کا انتظام کرلیا جاتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کھانے کے ذائقہ کو بھی دوبالا کرلیا جاتا تھا، چنانچہ آج بھی ہمارے گھروں کے باورچی خانوں میں پائی جانے والی بہت سی اشیاء بنیادی طور پر جڑی بوٹیوں کی بہت اعلیٰ اور مفید دوائیں شمار کی جاتی ہیں، مثلاً سونف، ہینگ، کلونجی، میتھی، ادرک، لونگ، دھنیا، ہلدی، سیاہ مرچ، زیرہ، لہسن، پیاز، چھوٹی وبڑی الائچی وغیرہ وغیرہ۔

جہاں ایک طرف یہ اور اس جیسی دیگر اشیاء کھانے کے مضر اثرات کو ختم کرکے اس کی اصلاح کا ذریعہ ہوا کرتی تھیں، اور اصل اور بنیادی مقصد ان کا یہی تھا، وہاں دوسری طرف یہ کھانے کے ذائقہ کو دوبالا کرنے میں بھی بہت اہمیت رکھتی تھیں، اور تیسرے جسم کے لئے مطلوب اجزاء فراہم کرنے کا بھی باعث تھیں،

لیکن ہر چیز سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا استعمال مناسب انداز اور مقدار میں ہو، یہ نہیں کہ جو چیز جب چاہی اور جتنی چاہی، جس چیز میں چاہی ملا کر استعمال کرلی، کیونکہ اصول وقواعد سے ہٹ کر فائدہ مند چیز کا استعمال بھی مضر اور نقصان دہ ثابت ہوجایا کرتا ہے، اور پہلے زمانے کے لوگ تو خود سے ان قواعد واصولوں سے واقف ہونے، یا واقف کار وتجربہ کاروں کی اتباع میں صحیح روایات کو اپنانے اور اختیار کرنے کی وجہ سے ان اشیاء سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہے، لیکن آہستہ آہستہ علم میں کمزوری آنی شروع ہوگئی، اور ایک طرف تو واقف کاروں کا سایہ سروں سے اٹھنا شروع ہوگیا اور دوسری طرف جدّت پسندی کی بے ڈھنگی اور کورانہ تقلید واتباع سے ان اصولوں کی بے انتہا پامالی کی گئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب اکثر لوگ نہ تو خود سے ان اشیاء کی اہمیت اور ان کے خواص واوصاف سے واقف ہیں اور نہ ہی ان کے صحیح

اوراصولی استعمال کا کوئی سلیقہ ہے۔

اب عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء میں یہ استعمال ہونے والی چیزیں استعمال کرنے کی غرض وغایت صرف اورصرف کھانے کی لذت اور ذائقہ کو پیدا کرنااور بڑھانا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ،جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

آجکل کھانے پینے کے شعبہ میں وہ چیز زیادہ مقبول اور پسندیدہ سمجھی جاتی ہے، جو عام اور روزمرّہ کی اشیاء کے ذائقہ سے بالکل مختلف اور الگ تھلگ ہو، یا پھراس کا ذائقہ زیادہ لذیذ ہو،خواہ وہ صحت کے لئے کتنی ہی مضراورنقصان دہ کیوں نہ ہو،اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی ، بلکہ عام طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ چیز کن اور کس قسم کے اجزاء سے تیار کی گئی یا ترکیب دی گئی ہے۔چنانچہ آجکل ذرائع ابلاغ پر کھانے پکانے کے جوطوروطریقے اورمختلف اشیاء کی ترکیب بتلائی یا دکھلائی جاتی ہے۔

ان سے واضح ہے کہ ان میں غذاؤں کے صحیح اور مناسب استعمال کے اصول وقواعد کی کتنی پامالی کی جاتی ہے،اور بازاروں میں بھی ایسی چیزوں کی کمی نہیں،جن کو لوگ بے دریغ اور بے دھڑک خرید کر عام طور پر غذاؤں میں استعمال کرتے ہیں۔

اورغذاء کے مناسب انداز ومقدار کے اصول وقواعد کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں آج معاشرہ کا ہر دوسرا فرد کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہے، بچے سے لیکر، جوان اور بوڑھے، مرد وعورت سب ہی مریض دکھائی دیتے ہیں،اور گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو اکثر لوگوں کو کسی نہ کسی انداز میں معدے کی بیماری اور پرابلم ہوتی ہے،اور معدے کی بیماری کی بنیادی وجہ غذاء کا بے جا اور غلط استعمال ہوتا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ روزمرہ کی غذاؤں میں استعمال ہونے والی ان اشیاء کی اہمیت اوراوصاف وخواص سے واقفیت حاصل کی جائے اوران کا استعمال اصول وقواعد کے مطابق ہی کیا جائے اورصرف ذائقہ و لذت کو حاصل کرنے کی خاطر اپنی صحت وزندگی کو داؤ پر نہ لگایا جائے۔

اس کا بہتر طریقہ تو یہی ہوگا کہ کسی ماہر طبیب کی رہنمائی میں غذاؤں کے ساتھ ان اشیاء کا مناسب استعمال کیا جائے۔اوراگر یہ صورت میسر نہ ہوتو اس موضوع پر ماہرین کے لکھے گئے لٹریچر سے استفادہ کیا جائے، جناب حکیم سعید صاحب مرحوم (بانی ہمدرد، پاکستان) نے اس موضوع پر ایک ایسی عام فہم کتاب تحریر فرمائی ہے جس سے شہری و دیہاتی ہر شخص کو فائدہ اٹھانا بہت آسان ہے۔اس کتاب کا نام ’’دیہاتی معالج‘‘ ہے یہ کتاب ہمدرد والوں نے شائع کی ہے اور عام طور پر بازار میں دستیاب ہے۔

اخبار ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... جمعہ ۲۵/ربیع الاٰخر و۳/۱۰/۱۷/جمادی الاولیٰ کو تینوں مسجدوں میں حسب معمول وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... جمعہ ۱۰/جمادی الاولیٰ کو بندہ امجد ایک اور مقام پر جمعہ کے وعظ کے لئے مدعو تھے۔ مسجد نسیم میں مولانا طارق محمود صاحب نے جمعہ پڑھایا۔

□...... ہفتہ ۴/جمادی الاولیٰ سے شعبہ کتب کے شش ماہی امتحانات کا آغاز ہوا۔

□...... ہفتہ ۱۱/جمادی الاولیٰ امتحانات اور دوروزہ تعطیلات کے بعد سب تعلیمی شعبوں میں تعلیم کا آغاز ہوا۔

□...... اتوار ۵/ربیع الاٰخر کی شام مولانا عبدالسلام صاحب کی کراچی کے سفر سے واپسی ہوئی۔ یہ سفر ادارہ کے شعبہ نشر واشاعت کتب کی طرف سے ملتان وکراچی کے کتب خانوں، مطابع اور اشاعتی اداروں کے ذمہ داروں سے ملاقات وروابط کے حوالے سے تھا۔

□...... اتوار ۱۲/ربیع الاٰخر کو شعبہ حفظ کے متعلم محمد جنید کے تکمیل حفظ کے سلسلے میں بعد ظہر کی مجلس میں اصلاحی بیان اور دعاء ہوئی اس موقعہ پر متعلم کے اعزہ بھی موجود تھے، مجلس کے بعد شرکاء ومہمانوں کی چائے سے ضیافت ہوئی۔

□...... اتوار ۱۷/ربیع الاٰخر و۱۲/۱۹/جمادی الاولیٰ کو بعد ظہر ہفتہ وار بزم ادب اور بعد عصر اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔ اتوار ۵/ربیع الاٰخر کو بعد ظہر بزم ادب امتحانات کی وجہ سے موقوف رہی جبکہ بعد عصر کی مجلس ملفوظات حسب معمول ہوئی۔ اتوار ۵/ربیع الاٰخر کو جملہ قرآنی درجات، بنین وبنات، ناظرہ وحفظ کے شش ماہی امتحانات ہوئے۔

□...... پیر ۱۳/ربیع الاٰخر کو عصر میں حضرت اقدس مدیر صاحب دامت برکاتھم کوہسار مسجد اسلام آباد بڑے حضرت نواب صاحب دامت برکاتھم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس موقع پر مفتی محمد یونس صاحب، مولوی محمد ناصر صاحب اور بندہ امجد بھی حضرت مدیر صاحب کے ہمراہ تھے۔ واپسی پر فیض آباد میں جناب راشد صاحب کی دکان اقبال ٹائلز میں ان کی دعوت پر کچھ دیر کے لئے رُکے۔ حضرت مدیر صاحب دامت برکاتھم نے ان کے نئے کاروبار کی خیر وبرکت کے لئے دعا کی۔

□...... منگل ۲۹/ربیع الثانی کی شام مولانا عبدالسلام صاحب ملتان اور کراچی کے سفر پر روانہ ہوئے۔

□...... منگل ۷/جمادی الاولیٰ کو شعبہ کتب کے امتحانات مکمل ہوئے اور اس کے ساتھ ہی جملہ تعلیمی شعبوں میں جمعہ کی شام

Idara Ghufran

تک تین دن کی چھٹیاں دی گئیں۔

☐......منگل ۱۴/۲۱/ جمادی الاولیٰ بعدظہر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتھم کی ادارہ کے کارکنوں اوراساتذہ کرام کے لئے ایک اصلاحی مجلس ہوئی۔

☐......منگل ۲۱/ جمادی الاولیٰ کومسجد امیر معاویہ میں آئی ہوئی تبلیغی جماعت کے افراد حضرت مدیر صاحب سے ملاقات کے لیے دن تقریباً ۱۲ بجے ادارہ میں تشریف لائے، مذکورہ جماعت کی کینیڈا کے لیے تشکیل ہوئی ہے۔

☐......بدھ ۱۵/ جمادی الاولیٰ کو بعدظہر طلبہ کرام کے لئے اصلاحی بیان ہوا۔

☐......جمعرات ۲۴/ ربیع الآخر حضرت مدیر صاحب بمعہ اہلِ خانہ سکیم ۳ میں اپنے ایک عزیز کے یہاں عشائیہ پر مدعو تھے۔

☐......جمعرات ۱۶/ جمادی الاولیٰ کو بعدظہر طلبہ کرام کے لئے اصلاحی بیان ہوا۔

☐......جمعرات ۱۶/ جمادی الاولیٰ کومولانا وکیل احمد شیروانی صاحب دامت برکاتھم (ناظم مجلس صیانۃ المسلمین) ادارہ میں تشریف لائے۔حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے مشاورت و بات چیت ہوئی۔ بعدظہر بذریعہ ریل لاہور کے لئے واپس روانگی ہوئی۔اسی دن بعدظہر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتھم کی زیرنگرانی شورائی اجلاس ہوا۔بعض تعلیمی وانتظامی امور طے ہوئے۔اورآنے والی گرمیوں کی تعطیلات میں سمر کورسز وتعلیم بالغاں نئی ترتیب سے شروع کرنے کے متعلق صلاح ومشورے ہوئے۔ادارہ میں پہلے شش ماہی وسالانہ تعلیم بالغاں کورس کی ترتیب تھی جوپچھلے چند سالوں کے دوران تعمیراتی کاموں اور کچھ دیگر وجوہ سے موقوف رہی۔

جمعۃ المبارک کے فضائل واحکام

جمعۃ المبارک کی رات اوردن اور جمعۃ المبارک کی نماز کے فضائل واحکام

جمعہ کانام جمعہ کیوں رکھا گیا، اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا اہم کام انجام دیئے گئے؟ اوراس دن آئندہ کیا کیا اہم کام انجام دیئے جائیں گے؟ جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز کے متعلق قرآن وسنت اور فقہ میں بیان شدہ مفصل فضائل خواتین اور مرد حضرات کے لیے جمعہ کے دن ورات کے مسنون ومستحب اعمال، اورمنکرات کا تحقیقی جائزہ۔

مؤلف

مفتی محمد رضوان

اداہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **29 / اپریل2008ء بمطابق22 ربیع الثانی1428ھ:** پاکستان: احمدی نژاد کی صدر وزیراعظم سے ملاقات ،گیس منصوبے پر معاملات طے ،ایران 1100 میگاواٹ بجلی فراہم کرے گا ✍ **30 / اپریل:** پاکستان: جمہوریت کی مضبوطی کے لئے اداروں کوتصادم سے گریز کرنا ہوگا،صدر وزیراعظم اتفاقِ رائے ✍ **یکم مئی 2008ء:** پاکستان: پٹرول کی قیمتوں میں 3روپے فی لیٹر اضافہ، ترقیاتی اخراجات پورے کرنے کے لئے اضافہ ناگزیر ہے،وزیرِ خزانہ پاکستان: پیپلز پارٹی اور ایم کیوایم کا سندھ میں شراکتِ اقتدار کا باضابطہ اعلان عشرت العباد کو گورنر برقرار رکھنے پر اتفاق ✍ **2 مئی:** پاکستان: کم ازکم پنشن کی حد2 ہزار روپے کرنے کا اعلان 80 ہزار مکانات ،مزدوروں کو مالکانہ حقوق پر دئے جائیں گے، وفاقی وزیر محنت ✍ **3 مئی:** پاکستان: بیوروکریسی میں بڑے پیمانے پر تقرریاں وتبادلے گریڈ 21 کے اکیس افسران کی گریڈ22 میں ترقی پاکستان: سندھ کابینہ میں ایم کیوایم کے 13 پی پی کے سات وزراء نے حلف اٹھالیا ✍ **4 مئی:** پاکستان: روٹی، کپڑا اور مکان کا وعدہ پورا کریں گے،قوم جلد عدلیہ بحالی کی خوشخبری سنے گی ،وزیراعظم ✍ **5 مئی:** پاکستان: کسی دہشتگرد یا انتہا پسند سے بات نہیں ہوگی ،پارلیمنٹ کو ربڑ سٹمپ نہیں بننے دیں گے،وزیراعظم ✍ **6 مئی:** برما، سمندری طوفان سے اموات کی تعداد دس ہزار ہوگئی ✍ **7 مئی:** پاکستان: ججوں کی بحالی پر کوئی خاص پیش رفت نہ ہوسکی ✍ **8 مئی:** پاکستان: ضمنی الیکشن، پولنگ 26 جون کو ہوگی پاکستان: کم سے کم پنشن 2000 روپے کردی گئی، بجلی بحران پر ایک سال کے اندر قابو پالینگے،وفاقی کابینہ ✍ **9 مئی:** پاکستان: وزیرِ اعلیٰ پنجاب کا جنرل ہسپتال اور تھانہ نیو ٹاؤن پر چھاپہ ایم ایس اور ڈاکٹر معطل، پولیس کو جرائم پر کنٹرول کرنے کی ہدایت ✍ **10 مئی:** پاکستان: عوام نے بھی عدلیہ کی بحالی کے لئے بھی ووٹ دیئے ،قوم سے کئے گئے وعدوں کو پورا کرنا ہماری ذمہ داری ہے، وزیراعظم پاکستان: سرحد حکومت اور مولانا فضل اللہ کے درمیان مذاکرات ،سوات میں جنگ بندی کا معاہدہ طے، طالبان کا گورنر کے بیان کا خیر مقدم پاکستان: حکومت کا پانچ سال سے کنٹریکٹ پر تعینات اساتذہ کو مستقل کرنے کا اعلان پاکستان: سابق وزیراعلیٰ بلوچستان اختر مینگل رہا ✍ **11 مئی:** پاکستان: جج بحالی پر نہیں طریقہ کار پر اختلاف ہے،قوم صبر سے کام لے ،جلد خوشخبری دیں گے، یوسف رضا گیلانی ✍ **12 مئی:** پاکستان: نواز شریف نے امریکی دباؤ مسترد کر دیا، عدلیہ بحالی پر لندن مذاکرات ناکام پاکستان: مذاکرات کی ناکامی پر افسوس ہے، نواز شریف، جمہوریت کے

لئے تعاون برقرار رکھیں گے، وزیرِ اطلاعات **13 مئی**: پاکستان: عدلیہ بحالی میں ناکامی، ن لیگ نے وفاقی وزارتیں چھوڑ دیں، اب ایشوٹو ایشو چلیں گے، نواز شریف ۔ پاکستان: سانحہ 12 مئی کے خلاف ملک گیر مظاہرے لاء اور سول سوسائٹی کا بحالی عدلیہ کے لئے تحریک چلانے کا اعلان ۔ چین میں ہولناک زلزلہ 20 ہزار سے زائد افراد ہلاک اموات میں اضافے کا خدشہ ۔ پاکستان: اسٹیبلشمنٹ (Establishment) عدلیہ کے معاملے پر سیاسی قوتوں کو لڑانے کی سازش کر رہی ہے، قائدِ ایوان سینٹ میاں رضا ربانی **14 مئی**: پاکستان: ن لیگ کے وزراء باضابطہ مستعفی، وزیرِ اعظم کا فون نواز شریف کا نظرِ ثانی سے انکار ۔ پاکستان: پاکستانی اسٹیبلشمنٹ بلوچستان کے خلاف عالمی طاقتوں کی سازش کو تقویت پہنچا رہی ہے، ڈپٹی چیرمین سینٹ ۔ پاکستان: معزول ججز کے معاملے پر خاموش رہنا جرم ہوگا، قائدِ ایوان یا قائدِ حزبِ اختلاف بننے کا کوئی شوق نہیں، نواز شریف **15 مئی**: پاکستان: وفاقی کابینہ کا اجلاس بجلی بحران سے نمٹنے کے لئے ایمرجنسی پلان منظور؛ یکم جون سے گھڑیاں 1 گھنٹہ آگے؛ مارکیٹیں رات 9 بجے بند کرنے کا فیصلہ ۔ پاکستان: ڈمہ ڈولہ پر امریکیوں کا ایک اور حملہ، عورتوں بچوں سمیت 20 شہید ۔ پاکستان: پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والوں کو بادلِ نخواستہ قبول کیا، ہمارے استعفے ابتداء ہیں، انتہا ججوں کی بحالی پر ہوگی، نواز شریف **16 مئی**: پاکستان: شریف برادران کو الیکشن لڑنے کی اجازت مخالف امیدواروں کا اعلیٰ عدالتوں سے رجوع کا فیصلہ ۔ پاکستان: سلمان تاثیر گورنر پنجاب مقرر، ن لیگ اور پی پی میں شدید اختلافات، اعتماد میں نہیں لیا گیا، چوہدری نثار؛ شہباز سے مشاورت کی تھی، پیپلز پارٹی **17 مئی**: پاکستان: امریکی جارحیت کے خلاف ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے؛ ڈمہ ڈولہ پر حملہ امریکہ نے کیا ترجمان پاک فوج کا دودن بعد اعتراف ۔ پاکستان: سلمان تاثیر نے بطور گورنر پنجاب حلف اٹھالیا؛ ن لیگ نے تقریب حلف برداری میں شرکت نہیں کی ۔ پاکستان: گورنر پنجاب کی تعیناتی، اعتماد میں نہیں لیا گیا، تلخیوں میں اضافہ ہوگا، نواز شریف **18 مئی**: پاکستان: خیبر ایجنسی سے اغوا ہونے والے مغوی سفیر ساتھیوں رہا **19 مئی**: پاکستان: مردان کینٹ ایریا میں، بم دھماکہ 4 فوجیوں سمیت 13 افراد جاں بحق 22 شدید زخمی ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ **20 مئی**: پاکستان: ایک چیف جسٹس کے ہوتے ہوئے دوسرا نہیں ہوسکتا، وزیرِ اعظم گیلانی **21 مئی**: پاکستان: 99 بھارتی قیدیوں کی رہائی کا اعلان، پاکستان اور بھارت مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے پر متفق ۔ پاکستان: افتخار چوہدری کو چیف جسٹس کا پروٹوکول دیں گے، پنجاب حکومت کا اعلان **22 مئی**: پاکستان: پاک بھارت مذاکرات مسئلۂ کشمیر پر پیش رفت نہ ہوسکی، تجارتی واقتصادی روابط بڑھانے پر اتفاق ۔ پاکستان: سوات مالاکنڈ ڈویژن میں نفاذِ شریعت کا اعلان، عسکری تربیت کے تمام مراکز ختم، سرحد حکومت اور مقامی طالبان کے درمیان 15 نکاتی معاہدے پر

اتفاق ۔ پاکستان:محسنِ پاکستان ڈاکٹرعبدالقدیر خان کا اکیڈمی آف سائنسز اسلام (Acadamy of Sciences Islamabad) آباد کا دورہ ۔ **23 مئی**: پاکستان:اقتصادی وسیاسی صورتِ حال پرصدر کی تشویش،جلد وزیر اعظم کوتحفظات سے آگاہ کریں گے ۔ پاکستان:غیر جمہوری صدر قبول نہیں کریں گے،قوم روٹی اور بجلی نہیں مشرف سے نجات چاہتی ہے،آصف زرداری **24 مئی**: پاکستان:ایوانِ صدر میں سازشیں شروع ہیں،58ٹو بی کے خاتمے تک پارلیمنٹ بے اختیار رہے گی،نواز شریف ۔ پاکستان:گزشتہ بجٹ میں اعدادوشمار غلط پیش کئے گئے ،پاکستان اب بھی5400ارب ڈالرقرضے تلے دبا ہوا ہے،اسحاق ڈار ۔ پاکستان نے بھارت کے 96ماہی گیر رہا کر دیئے **25 مئی**: پاکستان:سوات میں شدید بارش،آسمانی بجلی گرنے سے 8افراد جاں بحق،2زخمی ۔ پاکستان:عدلیہ کی آزادی میں سب سے بڑی رکاوٹ امریکہ ہے،چوہدری نثار ۔ پاکستان:موبائل کمپنیوں نے وزارتِ داخلہ کوفون کالز ریکارڈ کرنے کے لئے اپنے نظام تک رسائی دے دی **26 مئی**: پاکستان:زرداری کی بہن فریال تالپوراین اے207 NA سے بلامقابلہ رکن قومی اسمبلی منتخب ۔ پاکستان:پنجاب کے بیشتر علاقوں میں طوفانی بارشیں5افراد جاں بحق،درجنوں زخمی ۔ پاکستان:پاکستان نے99بھارتی قیدی واہگہ بارڈر پر بھارت کے حوالے کر دیئے۔

سمر کورس (Summar cource)

برائے خواتین

اسلامی تعلیمات کی خواہش مند خواتین کواطلاع دی جاتی ہے کہ ادارہ غفران میں خواتین کوعقائد،عبادات، معاشرت واخلاق کے حوالے اسلامی تعلیمات دینے کے لیے ایک مختصرکورس منعقد کیا جارہا ہے۔

جس کا آغاز ان شاءاللہ تعالیٰ جون کے وسط میں متوقع ہے۔

تفصیل کے لیے درجِ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

بروز جمعہ تعطیل

ادارہ غفران،گلی نمبر17،چاہ سلطان،راولپنڈی،فون:051-5507530

Idara Ghufran

Is There Any Picture On The Moon?

(Continued previously….) **But at that time those people who have weak psyche and faith had accepted his (The person who was mentioned in pervious pamphlet) claim, when they looked the mentioned pamphlet with such imagination so they followed him. But those who had strong psyche and faith had saved from his cheating, by grace of God.**

As well there was a time when Ahle Tasheeh (followers of Sheeha Mazhab) had published a pamphlet, in which they also claimed that there was resemblance of the name of Hazrat Ali (R.A) on the moon. It was written in it that if we look the name which was written in the

pamphlet standing in front of moon again and again we would came to know that it was fact.

There was written the word (Ali) in that pamphlet by such a way that there was a resemblance in it with the freckles of the moon.

At that time some people convinced before this philosophy of Ahle Tasheeh and followed them.

Some other such incidents have been appearing before us time to time. Our aim of this topic is that many people claim so and so about freckles of the moon to affect the faith of innocent people by deceiving them with the freckles of the moon. But firstly it is not factual position, and secondly it is not a criteria of right and wrong.

Its detail is that it is a psychological principle, that if some one looks any thing with special imagination and thinking, he feels his imaginations real.

(.........To be continue)